ماہنامہ **الاحسان** (جدید) دہلی

جلد نمبر:۱ اپریل ۲۰۲۵ء شمارہ:۴

ادارت

عبدالمعید مدنی

دارالہدی، چتلی قبر، دلی

فہرست

اداریہ

نظام باطل کی کارفرمائیاں

اس وقت دور پُرفتن میں انسان کا سرمایہ حیات کیا ہے؟ (۱) جہل (۲) غرور (۳) کفر (۴) الحاد (۵) جھوٹ (۶) خیانت (۷) ستم (۸) قتل (۹) لوٹ (۱۰) عیاری (۱۱) رذالت (۱۲) ننگا پن (۱۳) ہلکا پن (۱۴) حرام خوری۔ آج انھیں کا بول بالا ہے۔ دنیا کے ہر کونے میں ان کو رواج اور تقبل حاصل ہے۔ بگڑے انسان اور بگڑے جہان کا یہی حال ہے۔ آج کے بگڑے انسان کا یہ سرمایہ فکر وعمل بس ٹائٹل اور عنوان نہیں ہے۔ یہ انسان کے فکر وعمل میں داخل ہیں اور قلوب واذہان میں آباد بھی ہیں۔ یہی انسانی زندگی ہے اور یہی اس کی زندگی کی سرگرمیاں ہیں اور یہی ہلچل مچائے ہوئے ہیں۔ انسان کی ساری سرگرمیوں کے محور یہی ہیں اور دائرہ کار بھی اور کارہائے عظیم بھی۔

انسان کے اس سرمایہ حیات سے انسان کو کیا مل سکتا ہے؟ اسے ان سے نہ دنیا میں سکون مل سکتا ہے نہ آخرت میں کامیابی اور سرخروئی مل سکتی ہے۔

ایک سچے مسلمان کو بگڑے انسان کے اس کافر سرمایہ حیات کی دنیا میں کتنی جگہ مل سکتی ہے؟ اور اس کی سرگرمیوں کے لئے کتنا اسپیس مل سکتا ہے۔ یہ ایک بڑا سوال ہے۔ اس سوال سے پہلے تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ ان ۱۴/امور کو محور بنا کر چلنے والی دنیا اور اہل دنیا کی ویلو کتنی ہے یہ ۱۴ خوفناک امور جو آج کی دنیا کا سرمایہ اور اہل دنیا کا محور حیات بن گئے ہیں، ان سے انھیں کیا مل سکتا ہے؟ کیا ان سے دنیا میں سعادت امن وفلاح اور کامیابی مل سکتی ہے اور کیا آخرت میں کامیابی مل سکتی ہے۔ کفار وملحدین کے اس فکری مایہ جال کو اصلا کوڑے دان میں ڈال دینا ہی برحق ہے۔ لوگ اس دنیا میں جس نظام میں بندھے ہیں۔ اور جن اسباب حیات سے وابستہ ہیں۔ اور جس صورت میں جیتے ہین ان کے پیش نظر غور کریں کیا بگڑے انسان کے سلکٹ کردہ سرمایہ حیات میں گھرے انسان کو کہیں قرار ہے خود آقایان کفر وانکار کو بھی قرار نہیں۔ ان سے بدتر ان کی حالت ہے جوان آقایان غرب کے اس سرمایہ حیات کو اڈاپٹ کر چکے ہیں۔ ضرورت کے حساب سے یہ سرمایہ غرب وشرق مردود۔ فطرت کے برخلاف یہ مرفوض۔ رویے وسلوک کے برخلاف یہ مسترد۔ انجام اور عاقبت کے پیمانے سے بے مصرف۔ جاہلی سرمایہ حیات اور ان کو محور بنائے گردش میں پڑی دنیا

میں فتنے ہی فتنے فساد ہی فساد ہیں۔اس دنیا میں سانس لینااوراس میں جیتے رہنا زندگی کی مجبوری ہے۔حصارحیات توڑکرانسان جائے گا۔کہاں؟اصل میں ایک بندے کے لئے یہاں یہی سلیقہ سیکھنا ہے کہ کیسے زندگی گذرے کہ اللہ کی رضامل سکے۔

لبالب فتنوں سے بھری دنیامیں زندگی کا ایڈجسمنٹ کیسے ہو؟یہی اصل سوال ہےایک مومن کے لئے؟کیااس جھوٹی دنیامیں ایک سچے انسان کے لئے کوئی جگہ ہے۔ظاہر ہےکوئی جگہ نہیں ہے۔دین کی علامتیں یاظاہری شعارداڑھی اورحجاب کاالتزام بھی آج ایک مشقت بھراکام بن گیا ہے۔ان کے سبب اس قدرمزاحمتیں اٹھانی پڑتی ہیں کہ انسان صرف ان کی وجہ سے زندگی ہار جاتا ہےاور ایسے واقعات رونما بھی ہوتے ہیں ان کے سبب جان چلی جاتی ہےاوراسلام کے عزائم امورکودیکھیں توان کو بروئے کارلانا محال ہوگیا ہےاورلوگ بسااوقات خودان سے وحشت محسوس کرتے ہیں سب سے بڑی افسوس ناک بات تو یہی ہے کہ خودمسلمانون نے توحیدوسنت کو پامال کردیا ہےاوران کی جگہ توہمات نے لے لی ہے۔مختلف ناموں اورعناوین سے اللہ کی بندگی کے بجائے مردہ اورزندہ انسانوں کی بندگی ہونے لگی ہے۔فکروفہم کے پیمانے ارادوں اورنیتوں کے شاکلے ایسے بدل گئے ہیں کہ جیسے انسان کادین سےلگاؤہی نہیں ہےوہ تمام امورحیات میں کلیتاً آزاد ہے۔فردآزاد،معاشرہ آزاد،معیشت آزاد،نظام سیاست حکومت آزاد،تعلیم وتربیت آزاد۔نظام عدل کا نام ونشان نہیں۔عدل وانصاف کےالتزام کاشخصی جذبہ بھی مفقود۔اخلاقیات سے ہرانسان عاری ہواجاتا ہے۔

خیر کا جوڈھانچہ ہے اس کی بنیاد بھی دنیاوی نفع وضرر ہے اسلامی اصول وضابطہ اسلامی اورعقیدے کااس میں کوئی دخل نہیں ہےاور بےاصول خیر بھی ایک دنیاوی تماشا ہے۔حقوق کی بات ہوتی ہےاوران کی پاسداری بھی ہوتی ہےلیکن وہ انسانی اغراض،طبائع،پسنداورذوق کے مرہون منت ہیں۔ان کاتعلق دنیاوی مفادات سے ہے۔

کسب مال نے انسان کو جانور بنادیا ہے اورکسب منصب نے قاتل ولٹیرا۔آج کے ۱۴سرمایہ حیات کی ہرجگہ حکمرانی ہے۔ساری دنیامیں پورانظام انھیں کے کنٹرول میں ہے۔ان چودہ نکات کےتحت ساری بشری مادی فکری عملی سرگرمیاں جاری ہیں۔

حکومتی پیمانے پرساراعالم اسلام ان کی مضبوط گرفت میں ہے ہرچھوٹے بڑے مسئلے میں

اس کو کسا جاتا ہے کہ ان کے مطابق چلے اپنی مرضی کا استعمال بھی نہ کرے۔ حکومتوں کو مجبور کر دیا گیا ہے کہ طاغوتی نظام کو اپنی حکومت وسیاست کا اصول بنائیں۔ علماء وعوام تک مقتنع ہو گئے ہیں کہ مان لیں علمانیت سیکولرزم اور جمہوریت نظام اسلام کا بدل ہیں۔ دنیا کو اسلامی نظام حکومت سے اتنی الرجی ہوگئی ہے کہ اس کے نام سے چڑتے ہیں ڈرتے ہیں اور بھاگتے ہیں۔ کفار جہاں اسلامی نظام کے متعلق ایسا رویہ اختیار کریں تو کریں سوکالڈ ''مفکرین اسلام'' میں بھی ایسے موجود ہیں جو اسلامی نظام کا نام سن کر بھڑ کتے ہیں بلکہ اسلامی نظام کو تسلیم ہی نہیں کرتے اور ناقص تعلیم یافتہ حرکیت میں ڈوبے لوگ ایسے بھی ہیں کہ خارجیت کو اسلامی نظام سمجھ بیٹھے ہیں ان کے نزدیک ثورہ انقلاب عین اسلام ہے اور اول وآخر حکومت ہی مطلوب اصلی ہے۔ انھوں نے کل اسلامی تعلیم سے اتنا پسند کیا ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہونی چاہیے۔ درمیان سے وہ عقائد وایمانیات عبادات اطاعات حلال وحرام اخلاقیات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ انھیں پس پشت ڈال دیتے ہیں مجبورا انھیں جمہوریت کو مثالی حکومت مان کے چلنا پڑتا ہے۔ حکومت وسیادت کو آگے کرنے اور اسلام کی اساسی تعلیم کو پیچھے کرنے سے وہ ایک لنڈ منڈ اجڑا بگڑا خودغرض مفاد پرست تنگ دل، متعصب لڑاکو اور وحشی مسلمان پیدا کرتے ہیں جو دشمن سے زیادہ مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔

تعلیم کی دنیا میں سائنس دین ہے۔ اللہ، رسول، آخرت، وحی، حساب کتاب کا کوئی تصور نہیں سیکولر تعلیم، نصاب تعلیم، اخلاقیات سے بھی خالی اور حلت وحرمت کی تعلیم سے بھی خالی۔ اچھے برے کی پہچان سے خالی۔ صرف پہچان ہوس۔ ہیجان زر ہیجان شکم اور ہیجان جنس۔ مقصدیت کے نام پر فریب ذات فریب قومیت۔ فن آرٹ اور کلچر کے نام پر ساری بدعنوانیاں، رذالتیں ضلالتیں، عریانیت فحاشی اور ننگا پن۔ ساری مادی ترقیاں انجوانے لطف لذت اور جیب وشکم پروری۔ تعلیم کی راہ سے اختلاط مرد وزن، عیاشی زنا کاری فحاشی اور عریانیت کا فروغ۔ تعلیم میں فسطائیت بھی۔ افسانویت بھی۔ ادعا بھی اور سارے ظلم وستم وقتل وغارت گری پر افتخار بھی۔ دور دور تک انجام اخروی، باز پرس شرافت اور انسانیت نوازی کا پتہ نہیں۔ علوم طبعی تک کا تعلق الحاد سے جڑتا ہے اور سائنس دین کا اہتمام رہتا ہے سیکولر مجموعہ تعلیم میں خیر کے لئے کہاں جگہ ہے۔ اس کے مزاج وطبیعت اس کا گذر نہیں ہے۔ اس کو یورپ کے تعلیمی مریض خانوں میں، جعلی جابر

کلیسائی دین سے بغاوت کے نام پر ڈیولوپ کیا گیا ہے۔ اور اسے ہر تصور غیب سے دور رکھا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسلام سے نفرت وتعصب میں ان پر مسیحیت کی چھاپ لگا دی جائے لیکن بس برائے نام۔ اصلا یہ ہے مائنس دین، طبیعی علوم جتنے ہیں ان کا تعلق رب کائنات اور خالق کائنات سے جوڑنا آسان ہے۔ البتہ بشری علوم کی اصلاح ممکن نہیں وہ مکمل ڈمپ ہونے کے لائق ہیں۔

آج کے بگڑے انسانوں کے ان ۱۴ نکاتی سرمایے میں نظام زر کو دیکھ لیں۔ یہ سب سے بڑا مایا جال ہے اور لعب ولہو زینت وتفاخر اور تکاثر اموال واولاد کا متاع غرور ہے۔ طاغوتی نظام زر اور نظام کسب کو اتنا جابر بنا دیا گیا ہے کہ اس نے انسان کو مکمل غلام اور جانور بنا دیا ہے۔ اور انسانوں کو سرمایہ داروں کا غلام۔ دن بدن اس کی گرفت اتنی مضبوط ہوتی جارہی ہے کہ پوری انسانی آبادی کو دھنا سیٹھوں کا زرخرید غلام بنا دیا جائے گا۔ لقمہ حیات اور شکم کی بھوک مٹانے تک میں ان کا دست نگر بنا دیا جائے گا۔ معاش کے ہر مصدر اور ذریعہ پر ان کا قبضہ ہے اور ہوتا جارہا ہے اور انسان سب سے ہاتھ دھوتا جارہا ہے۔ ان کی غلامی کی گرفت اتنی مضبوط ہوگی کہ انسان کی پرایویسی اور آرزؤوں کا خون ہوجائے گا۔ اس نظام زر کا مایا جال اس وقت پوری انسانیت اور ارضی کائنات میں مکمل طور پر اپنی گرفت میں لینے کے درپے ہے۔ مصادر معیشت وتکثیر زر کے بہت کم ذرائع ان کی گرفت سے باہر ہیں۔ اس نظام زر مین انسانی لہو چوسنے کا پورا پورا انتظام ہے۔ اس کی ہمہ جہتی سرگرمیاں صرف انسان اقدار انسان کو کرش کرنے کے لئے ہیں۔ ان کا خون پسینہ نکال لینے کے بعد ان کو حصہ ملے گا یک کف جو۔

ہندوستان کے منووادی نظام معیشت کو دیکھ لیں۔ یہاں کا منوادی طبقاتی نظام جبر یہ سرمایہ دارانہ نظام زر کو سب سے زیادہ پھلنے پھولنے کے لئے فیلڈ فراہم کرتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ بے رحم جبری سرمایہ دارانہ نظام یہیں ہے۔ اسی لئے ہندتوا کا جبری فلسفہ اس کی تنفیذ کا شدت سے قائل ہے۔ آج سرمایہ دارانہ نظام زر میں جو نظریاتی پیچیدگیاں ضلالتیں اور غلل ہیں ہندوستانی ساہوکارانہ نظام زر عالمی سرمایہ دارانہ نظریے کا سب سے زیادہ حامی ہے۔ ہندوستانی نظام زر عملی ونظریاتی ہر اعتبار سے معاشی خیر، تشدد اور ستم کا شدت سے قائل ہے۔ یہ بے رحم نظام زر غریبوں کو پانچ کلو اناج دیتا ہے ادنی درجے کی کوالٹی کا اور انھیں غریبوں سے جی ایس ٹی کے نام پر روزانہ ان

سے زر کشید کرتا ہے۔ زندگی کی ہر ضرورت کی خرید پر ہر چھوٹا بڑا غریب ٹیکس دیتا ہے۔ پیدا ہونے والا بچہ سانس لینے سے پہلے جی ایس ٹی پے کردیتا ہے اور آدمی مرنے کے بعد بھی کفن اور دیگر اشیائے تدفین پر ٹیکس پے کرتا ہے۔ پانچ کلو اناج سے کہیں زیادہ ہر غریب حکومت کو ٹیکس ادا کرتا ہے۔

اس نظام زر نے اپنے ساتھ بے شمار الجھنیں پال رکھی ہیں اور ان گنت شکل میں۔ اور صارفیت کو ایسی جادوئی کشش مل گئی کہ سرمایہ دار ہنستا رہے اور کہتا رہے لے جاؤ اور لاؤ دے جاؤ۔ عام انسان کنگال ہی کنگال۔ اس نے اتنی الجھن کشمکش فکر اور اندیشے دے رکھے ہیں کہ انسان روز سنگسار ہوتا ہے اور صلیب پر چڑھتا ہے۔

اس نظام زر نے زر کی اتنی اہمیت بڑھادی ہے اور اتنی طمع پیدا کردی ہے کہ اصول پرست مسلمان بھی کلیتا اس کے دام فریب میں ہیں۔ اس نے ان کی روح انسانیت امانت اور حلال وحرام کی حس کھینچ لی ہے۔ بظاہر اس نظام معیشت میں دینی سرگرمیاں عیاں نظر آتی ہیں لیکن ان کے پلید ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے؟

آج کے انسان کے مذکورہ ۱۴ سرمائے نے دنیا کو بگاڑ دیا ہے لوگوں کو بگاڑ دیا ہے۔ "ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدى الناس " کا سوفیصد آج کے حالات پر انطباق ہوتا ہے۔ زندگی کے چند اہم شعبے پر موجودہ ۱۴ انسانی سرمائیے کے اثرات بد کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج کا انسان خبث وخسران کا شکار ہے۔

سچ مانو تو آج کی دنیا ایک کٹی پتنگ ہے جس کی راہ ومنزل کا کچھ پتہ نہیں۔ دنیا کے بدکار نظام الٰہی اور نوامیس فطرت سے کاٹ کر اسے خوفناک مستقبل میں ڈھکیل رہے ہیں۔ اور یہ بھی طے ہے کہ آج کا سارا نظام اور اس کا سارا ڈھانچہ اور اس کے مواد سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے انھیں نوامیس فطرت ماریں گے۔ انسان کی منصوبہ بندی سے عام ڈسٹرکشن کا تعلق انسانی منصوبہ بندی سے ہے۔ مکافات عمل انھیں مارے گا۔

آج کا ارتقاء عام اور مادی ہیبتناک ترقیاں ریت کی دیوار سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ جب وقت آئے گا اور جلد آئے گا۔ جلد آنے کا مطلب ہماری تعجل پسندی کے مطابق نہیں اللہ تعالیٰ کے

طے کردہ نظام کے مطابق ۔ ساری ترقیاں اور سارا تمدن تباہ ہوجائے گا۔ یہ ساری تباہیاں اس وقت ہوں گی جب قرب قیامت کی بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ اور وہ زیادہ دور نہیں ۔حق اور سچائی سے کٹی پتنگ دنیا جتنا زیادہ حقائق اور سچائیوں سے دور ہوتی جائے گی، قیامت کی بڑی نشانیاں قریب تر ہوتی جائیں گی۔ اور کفار ملحدین کا بنایا نظام اور ارتقاء ٹوٹتا جائے گا ساری مادی ترقیاں اور سارے مادی کافرانہ نظام ربش کوڑا کرکٹ بن جائیں گے انھیں ڈمپ کردیا جائے گا۔اور سارے الحادی نظام کے آقاؤں اور اتباع کے لئے زمین میں جگہ نہیں رہ جائے گی۔اسے ان کے ترقیاتی نجاست سے صاف کیا جائے گا۔

آج بھی اصحاب بصیرت اہل ایمان کے نزدیک مادی ترقیوں کی حیثیت مٹی کے تودے کے برابر بھی نہیں ہے ان کے نزدیک سامان یات مختصر رکھنے خود کو بچانے کا جتن کرنے اور صبر کرنے کے سوا چارہ نہیں ۔اور ایسے ماحول میں اس سے بڑا کوئی کام بھی نہیں ۔موجودہ مضرت رساں تباہ کن ترقی وتمدن میں انغماس بھی سچے انسان کے لئے ناپسندیدہ ہے اور مسلمان جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے اس کے لئے تو سارا کاروبار حیات متاع غرور اور تماشا ہے۔ اور انسان کے لئے تباہ کن۔

جو لوگ اس نظام اور اس کے نظریات سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کرتے ہیں یا اسے قبول کر لیتے ہیں ۔ان کا انجام ٹھیک نہیں ہوگا۔ یہ ایک عموم بلوی ہے کہ علماء کرام جن کو شریعت کے دائرے میں رہنا چاہیے وہ بھی دین کے ٹائیٹل کے تحت ،اس نظام کی رنگ رلیوں اور کھیل تماشے میں لپت ہوئے جاتے ہیں اور وہ سارے شیطانی کام کرتے ہیں جن کا ذکر ۱۴ نکاتی شیطانی کاموں میں ہوا اور جسے آج کا انسان سرمایہ بنائے ہوئے ہے۔

....

انھیں موجودہ حالات کو سمجھنے اور ان میں گرفتار انسانوں اور کائنات ارضی کے بگڑے لوگوں کے انجام کو جاننے کے لئے ’’کتاب الفتن‘‘ کا مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔اس شمارے میں اس کی دوسری قسط جارہی ہے۔فتن ملاحم، اور اشراط کی احادیث کو اس مطالعے میں سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔ دوسری قسط کو احباب پڑھیں اور سمجھیں۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت اور تمام انسانیت کے لئے کتنے مہربان تھے کہ انسانوں کو درپیش سارے تباہ کن مسائل کو آپ نے بیان

کر دیا ہے۔تفسیر کی تیسری قسط بھی پیش خدمت ہے۔احباب سے گذارش ہے کہ اسے غور سے پڑھیں اور اسے اپنے مطالعے میں رکھنے کا التزام کریں۔

....

اس شمارے کا ایک اہم مضمون ہے،معتبر کام اور معتبر شخص۔اسے غور سے پڑھیں اور جائزہ لیں کہ ہمارے اردگرد جوانسانی کام کی ہلچل ہے۔کام کرنے والوں میں اوران کی سرگرمیوں میں کتنا کھرا ہے کتنا کھوٹا ہے اس میں کتنا حق ہے کتنا باطل ہے۔اس میں کتنا فساد ہے، نام ونمود ہے اور ریاکاری ہے جاننے کی ضرورت ہے۔خودکو ایسے تمام کام اور اشخاص سے بچائیں جن کو دینی معتبریت نہیں ملتی بلکہ ان کے کام جعلی اوران کی شخصیت جعلی ہے۔

....

اس شمارے میں ایک سیمینار کا حال بیان کیا گیا ہے جس کو تحریکیت زدہ بنایا گیا تھا، وہ خارجیت کے جراثیم سے بھرے لوگوں کی ایک چال یا ٹھگی تھی، پڑھیں اور جانیں حقائق کو اور جعل سازی وٹھگی کو۔

بےتاب روح کی دوسری اور آخری قسط پیش خدمت ہے۔

اپریل کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پڑھیں پڑھائیں اور دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ قلم سے حق نکلوائے اور کسی تبختر اور شیخی کی آنچ سے محفوظ رکھے۔

☆☆☆

سورۃ البقرہ

۵۔تخلیق آدم

قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک

اللہ تعالیٰ نے جب عالم بالا، ملا اعلی میں خاکی نوری اور ناری مخلوق کو اپنی مشیت کی خبر دی یمس زمین میں بشری مخلوق آباد کرنے جارہاہوں تو فرشتوں نے یہ التجا کی۔اپنی فطرت نوری کے مطابق یہ ان کی التجا تھی۔سوالیہ اسلوب میں گفتگو کا جب دور چلتا ہے تو لوگوں کی باتیں خیالات اورآراء سامنے آتے ہی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی صفات ربوبیت خلق اور اقتدار کا ہالہ ہے۔عالم بالا ہے تقدس کا ماحول ہے۔اذن الٰہی سے قول ومقال اور حوار وگفتگو کی مجلس ہے۔مشیت الٰہی سن کر فرشتوں نے ایک التجا کی۔وہ صرف التجا کر سکتے تھے۔التجا مین انھوں نے دو امور پیش کئے ایک خاکی بشری مخلوق کی شناخت کے متعلق اور ایک نوری مخلوق ملائکہ کی شناخت کے بارے میں۔

بشری مخلوق کی شناخت یہ ٹھہری کہ اگر انھیں دھرتی پر آباد کیا گیا تو وہ فساد انگیزی اور خوں ریزی کرے گی۔انھیں یہ کیسے معلوم ہوا۔اس کی صراحت قرآنی نظم وسبک اور ہدف کے لئے ضروری نہیں۔البتہ یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ نوری مخلوق بھی ذی روح اور ذی عقل مخلوق ہے۔بنی آدم سے پہلے دھرتی پر جوذی ارادہ بااختیار مخلوق آباد تھی۔ان کے متعلق ان کا سابقہ تجربہ یہی تھا۔یااللہ تعالیٰ نے انھیں پہلے بشری مخلوق کے متعلق یہ چیزیں بتلائی تھیں۔جیسا کہ آیت ۳۲ سے عیاں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ بشری مخلوق جس کو رب کریم نے زمین پر بسانے کی فرشتوں کو خبر دی تھی اس کی خاص سیرت اور شناخت تھی۔اس کی سب سے بڑی شناخت یہ قرار پائی تھی کہ یہ مخلوق فساد پھیلائے گی اور خون بہائے گی۔دوسری طرف نوری مخلوق تھی سر پا خیر اور سراپا طاعت۔مخلوق مخلوق کا موازنہ تھا۔خیر خیر ہی ہوتا ہے۔فرشتوں کے سامنے ان کا وظیفہ تھا اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی بکھان اور مستقلا باستمرار اس کی پاکیزگی ونزاہت کا بیان واقرار۔ان کی الجھن یہی تھی کہ نوری مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے وظیفہ تقدیس ونزاہت اور عظمت وکبریائی کے ہوتے

فسادی اور سفاک مخلوق کی ضرورت کیا ہے؟ اس الجھن کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا تھا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اس فرمان کے بعد ان کے لئے مجال گفتگو کیا تھی۔

بنی آدم کو زمین پر بسانے کی مشیت الٰہی عیاں تھی، بنی آدم کی شناخت بھی طے تھی اور نوری مخلوق کی شناخت بھی۔ سب اپنی جگہ طے۔ الجھن بھی دو۔ اب مسئلہ صرف یہ ہے کہ جانیں وظیفہ ملائکہ کی تفصیل کیا ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے؟ اور انسان کو علم ملا اس کی اہمیت کیا ہے؟ اس کی اہمیت کیا ہے کہ اس کے سبب فسادی اور سفاک مخلوق کو دھرتی پر بسایا گیا۔ کیوں فرشتوں کی التجا اور تسلیم کے مقابلے میں زمین پر اس کے بسانے کو ترجیح حاصل ہوئی۔

فرشتوں نے انسان سے متعلق اپنی التجا کے بعد عرض کیا (ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك) اس گذارش میں انھوں نے اپنے وظیفے میں دو کام بتائے تسبیح بحمدک (۲) ونقدس لک اور تخصیص بھی کہ یہ کام انھیں سے مخصوص ہے اور یہ کام مستمراً جاری ہے۔

فرشتوں کے وظیفہ تسبیح میں تسبیح کا مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نزاہت کا بیان واقرار۔ اللہ کی تسبیح میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ ہر عیب سے اس کو بری قرار دینا۔ کمال کے اندر نقص سے اس کی تنزیہ کرنا۔ مماثلت بشر یا مخلوق سے اس کی پاکی بیان کرنا۔ ان تینوں عیوب اور نقائص سے اسے پاک جاننا اور پاکی بیان کرنا۔ تینوں عیوب کی شکل یہ ہے کہ ایسی صفت جو مکمل ناقص اور نفی کے درجے میں ہو۔ ایسی صفت جو کمال کے درجے میں ہو لیکن اس کے اندر نقص موجود ہو۔ رب پاک اور انسان کے درمیان کوئی مماثلت نہیں ہے۔ مماثلت دکھلانے کی شکل میں خالق اور مخلوق کے درمیان افضل وفضول کے درمیان مقابلہ ہوتا ہے اور یہ عیب کی بات ہے خالق اور مخلوق کے درمیان مسابقہ موازنہ اور مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

تسبیح کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سلبی وصف یا ایسی صفت جو ایجابی ہے لیکن اس میں کسی طرح کا نقص ہے کم یا زیادہ اور موازناتی صفت نہیں بیان کیا جا سکتا ایسے اوصاف عیب ہیں۔ نقص اس کی شان کو زیبا نہیں ہے۔ ان کی اس سے نفی کی جائے گی اور ہر عیب سے اسے پاک قرار دیا جائے گا۔ یہ ہے تسبیح کا عمل اور اس کی ہمہ گیر معنویت اس تسبیح کے ساتھ حمد کو جوڑا گیا ہے۔ حمد کا مطلب ہے (وصف المحمود بفضلہ الکمال محبۃ وتعظیما) یعنی اللہ تعالیٰ لائق حمد ہے۔ اس کی محبت میں سرشار ہو کر اور اس کی عظمت کو شعور واحساس میں جگا کر صفاتِ کمال سے اس کو موصوف

قرار دینا۔اس کی خوبی اور کمال کو بیان کرنا۔تسبیح وحمد کے دونوں عمل کے اکٹھا ہونے سے یہ مفہوم نکلا۔اللہ کے صفات کمال کو اللہ کے لئے ثابت کرنے اور اقرار کرنے سے پہلے تسبیح کے ذریعہ تینون قسم کے عیوب سے اسے پاک قرار دینا پھر عمل حمد کے ذریعہ سارے اوصاف سے اس کو مزین کرنا تسبیح ہے۔پہلے تنزیہ وتخلیہ کا عمل ہوا اور تحمید سے تحلیہ کا عمل ہوا نقائص کی نفی ہوئی پھر فضائل وکمالات نے جگہ لی۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذات باری ان نقائص ثلاثہ سے موصوف تھی۔یہ محال ہے۔لیکن جس طرح بگڑا انسانی اعتقاد وتصور ہے جس طرح دنیا میں انسان اس کے لئے معایب ونقائص طے کرتا ہے بیان کرتا ہے تسبیح حمد سے ان سب کی نفی کی گئی ہے اور حمد فطرتا دنیا آخرت ہرجگہ ہے۔له الحمد فی الاولی والآخرة (القصص:٧٠)

تسبیح کے بعد حمد دوسری مرتبہ وصف الٰہی کا بیان ہے حمد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے وصف کمال کا بیان ثنا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

فاذا قال: (الحمد لله رب العالمين) قال حمدنی عبدی واذا قال (الرحمن الرحيم قال اثنى على عبدى (مسلم:٣٩٥)

پس جب میرا بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو رب کریم کہتا ہے میرے بندے نے میری حمد بیان کی اور جب کہتا ہے (الرحمٰن الرحیم) تو رب کریم کہتا ہے میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔

(ونقدس لك) تقدیس کا مطلب تطہیر۔یعنی مخلوق کا یہ اقرار کہ رب کریم کی ذات اعلیٰ واولی ہے۔اس کی صفت ذاتیہ ہے کہ وہ پاک ہے۔اور مخلوق کا عمل ہے اس کی اس صفت ذاتیہ کا محبت اور تعظیم سے اقرار وبیان۔تنزیہ کے بعد تطہیر کا اضافہ کس معنی کا حامل ہے۔تسبیح وتنزیہ کا معنی ہے انسان اللہ تعالیٰ سے جن معایب ونقائص کو جوڑتا ہے ہم ذرہ برابر بھی ایسے عیب کو رد کرتے ہیں اور تقدیس کا مطلب ہے کہ وہ قدوس ہے۔پاکیزگی صفت کمال ہے ہم اس کا اقرار کرتے ہیں اور اسے بیان کرتے ہیں۔تسبیح میں انسانی ذہن کے پیدا کردہ صفات عیب سے اللہ کی ذات کا تبریہ ہے تصوراتی طور پر صرف ذہن میں ایسے نقائص کا اللہ کے لئے کسی ادنی درجے میں ظن وخیال بھی غلط ہے۔ذات کبریا کو ان سے پاک بتلانا ہے۔تطہیر میں انسان کے اندر موجود یا متصور اللہ کے لئے صفات ناقصہ کے رد کا معنی نہیں ہے تقدیس سے یہ طے ہوتا ہے کہ اللہ کی

ذات سے قدسیت وتطہیر کی صفت پیوست ہے تقدیس میں اس کا اقرار و بیان ہوتا ہے۔(لک) میں لام اختصاص کے لئے ہے استحقاق کے لئے ہے جس کا لازمی مفہوم ہے قدوسیت صرف اللہ تعالی کے لئے ہے وہی اس کا مستحق ہے اور اخلاص کے ساتھ ہم اس کی قدوسیت کا اقرار اور بیان کرتے ہیں۔

یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح تحمید تکبیر اور تقدیس کی مسلمانوں کو جو تعلیم دی گئی ہے۔انھیں معانی ومفاہیم کو شعور کے ساتھ انھیں بجالانا ہے۔یہی اصل مطلوب ہیں۔صرف لب ہلانے یا تسبیح کے دانے ہلانے سے تسبیح ،تحمید تکبیر اور تقدیس کا حق ادانہیں ہوتا ہے۔

یہ بھی ایک عظیم حقیقت ہے کہ سارے عالم عقبی اور عالم دنیا میں مخلوقات کا سب سے بڑا اور مسلسل عمل اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید ہے۔(اس کی تفصیل الحمدللہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے)

(انی أعلم ما لا تعلمون) فرشتوں کی التجا پر رب کریم نے فرمایا تھا(انی اعلم ما لا تعلمون) جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بنی آدم کے متعلق جو خاص علم ہے وہ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے یا ان کے متعلق جو تفصیلات ہیں صرف مجھے ان کا پتہ ہے (ما) معرفہ مانیں تو پہلا مطلب اور نکرہ موصوفہ مانیں تو دوسرا مطلب ہوگا۔(انی اعلم الذی لاتعلمون) او(انی اعلم شیئا لا تعلمون) دونوں مفہوم صحیح اور درست ہیں۔

رب کریم نے اس فرمان سے ملائکہ کی التجا رد کردی اور یہ طے کردیا کہ بنی آدم کے متعلق ان کا جو خیال بنا ہے وہ صحیح نہیں ہے اس میں تغیر بھی ہوگا ہر آدمی سفاک مفسد نہیں ہوگا۔بنی آدم کے کل مجموعے کو سفاک اور مفسد کہنا درست نہیں ہوگا۔

کتاب الفتن

۸۔فتن کی شدت و کثرت:

مبشرات سے فتن کی شدت کثرت اور پھیلاؤ طے ہے، اقتصادی اخلاقی بدحالی مال ودولت کے لئے دیوانگی،دولت کی کثرت اور پھیلاؤ، زلزلوں کی کثرت وشدت،آگ لگنے اور پھیلنے کے واقعات ۔سیلاب اور قحط کے وقوعات ۔خیانت اور اکاذیب کی عالمی حالت، لچوں نالائقوں خائنوں بدمعاشوں کی کثرت ۔نفاق شقاق کا عالمی پھیلاؤ،حروب کی کثرت وشدت۔ شرک بدعات اورالحاد کی کثرت ،گھٹیا لوگوں کی کثرت ۔حق وباطل کی آویزش۔ظلم وستم کا عالمی پھیلاؤ،سودی نظام کی وبائی بیماری۔جوا کی عالمی منڈی، زنا کاری کے اڈے۔ننگا پن کی کثرت اورمقبولیت، تیزی سے گزرتے ایام۔قتل کے واقعات کی کثرت ۔ بے اعتمادی کا پھیلاؤ۔خود غرضی خیانت کا بول بالا۔تہس نہس ہوتے عالمی حالات ۔صورت حال میں عدم استقرار۔تغیر وتبدل میں کثرت اور سرعت۔ دجال اور یاجوج وماجوج کی آمد سے عالم بشری کی عام تباہی اور بربادی۔انسانی عادات ومانوسات کے برخلاف وقوع ہونے والے حالات۔

ان تمام حالات میں انسان کے ایمان اورعقیدے پر بدترین اثرات پڑیں گے۔اور سب کچھ بدل کررہ جائے گا۔کسی شے کوقرار واستقرار حاصل نہ رہ جائے گا۔دین وایمان سے محبت رکھنے والے خودکودین پر ثابت رکھنے کی کوشش کریں گے اورجن کے پاس دینی فراست نہ ہوگی وہ دنیاوی مظاہر مظنونات اور مزینات پر ریجھیں گے اورشر کے ساتھی بن جائیں گے۔

فتن کی شدت اور کثرت کے اثرات ساری دنیا پر مرتب ہوں گے اور شدت کے ساتھ مرتب ہوں گے اورمختلف ادوار میں مختلف ڈھنگ سے مرتب ہوں گے۔فتن کے مبشرات کا امتیاز تو یوں ہے کہ اس دھرتی پر جینے والی انسانی نسلوں کی روداد خیر وشر ہیں اوران کے اعمال کی کہانی ہیں۔ رسول پاک نے صرف کامل دین ہی نہیں دیا بلکہ دین پر عاملین اور دین کے مخالفین کے کوائف بھی بیان کردیئے۔ دین کو بگاڑنے والوں اور دین کوسدھارنے والوں کے حالات بھی بیان کردیئے۔دین کے محبین اوردین کے اعداء کا حال بھی بیان کیا۔

مبشرات نبوت انسان کی اچھی بری سرگرمیوں کا منظر نامہ ہیں۔ان کو سامنے رکھ کر نظام دنیا

کے آگے کی منصوبہ بندی ہوسکتی ہے۔ان کے اندر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر بھی ہیں نواھی بھی ہیں۔انداز وتنبیہ بھی ہے اچھے برے عواقب کی خبر بھی ہے اشرار واباطیل کے حملوں کی شدت کا تذکرہ ہے۔شر سے بچنے کے لئے ہدایات اور رہنمائیاں بھی ہیں۔یاس کی حالت میں مبشرات امید کا چراغ بھی ہیں۔ان میں تحفظ دین وفطرت اور انسانیت پر توجہ بھی دلائی گئی ہے۔واضح ہوا ہے شدید تر حالات میں بھی دین داری اور دین کے تحفظ کا کیسے اہتمام ہوگا اور کس طرح شر و باطل شکست کھائیں گے۔

شدت کا یہ عالم ہوگا کہ ایمان امان اور اسباب رزق سب خطرے میں پڑ جائیں گے۔ ہر ہر فرد اس سے متاثر ہوگا۔ پورا کا پورا نظام حیات ہی اتھل پتھل ہو جائے گا۔ باطل اور شر کی جتنی شکلیں ہوں گی سب دجال کا ساتھ دیں گی۔صرف سچے مسلمان اس کا مقابلہ کریں گے۔سارے مشرکین وکفار اس کا ساتھ دیں گے۔ سارے تحریکی خارجی، قبر پرست ، رجال پرست صوفی رافضی اس کا ساتھ دیں گے۔ایک تھوڑی سے جماعت دین داروں کی۔ باقی سب فتنۂ اکبر کے ساتھ۔حق پرستوں کی گھر والیاں بھی دجال کی پرسنالٹی سے اتنا متاثر ہوں گی کہ لوگ گھر میں تالا لگا کر نکلیں گے ورنہ ان کا اس کے کارواں سے جا ملنے کا شدید خطرہ ہوگا۔وہ ساری دنیا روند ڈالے گا اس شر کا اور فتنے کا پرفارمینس اتنا فاسٹ اور زود اثر ہوگا کہ ساری دنیا کو ۴۰ دن کے اندر روند ڈالے گا۔ساری خلقت اس کے ساتھ ہو جائے گی اور ساری دنیا میں اس کا ڈنکا بج جائے گا۔اس کا نظام فتنہ دنیا کے لئے قابل قبول ہوگا۔حیرت ہوتی ہے کہ وہ اپنے گدھے پر بیٹھ کر ساری دنیا چالیس دن میں روند ڈالے گا جب اسکی لڑائی مہدی اور عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے ہوگی تب مارا جائے گا اور دھرتی سے اس کی گند دور ہوگی۔

اس کے بعد جو بچے گا یاجوج اور ماجوج آکر سب کا خاتمہ کر دیں گے ساری دنیا میں پھیل کر سارے انسانوں کو مارنے کی کوشش کریں گے تلاش تلاش کر انسانوں کو ماریں گے دنیا کا سارا کھانا پانی چٹ کر جائیں گے۔اور سارا نظام اجاڑ دیں گے۔کچھ نہ بچے گا نظام کفر،تمدن کفر ارتقاء کفر جو لوٹ کے مالوں پر کھڑا ہے اور انسانی لہو پیتا ہے۔سڑی ہوئی بدبودار ہڈیوں کے برابر بھی نہیں رہ جائے گا جس پر انسان کو بڑا ناز ہے۔اشراط الساعۃ کی شدتوں کو انسان اور اس کا بنایا ہوا سارا سیاسی حربی صنعتی، ارتقائی تعلیمی اقتصادی نظام برداشت ہی نہ کر پائے گا۔سارے کے

سارے پادر ہوا ہو جائیں گے۔ جب علاقائی سنامی، آتش فشاں، آتش زنی، طوفان برق و باراں آندھی کو انسانی ساختہ ساری ہائی ٹیک نہیں جھیل پاتی ہیں۔ پھر عالمی تباہی کے سامان دجال اور یاجوج و ماجوج کو کیسے جھیل سکیں گی۔ ان طوفانوں کے بعد انسان بچیں گے کتنے جو انسان کے خودساختہ ہائی ٹیک کا نظام چلا سکیں گے۔ دجال پر کیا بمباری ہوگی کون کرے گا جب سارے انسان اس کے سحر میں خود فراموشی کا شکار ہوں گے۔ اور کہاں اسپیس ہوگا دجال اور یاجوج ماجوج سے لڑنے کے لئے۔ ان سے لڑنے کے لئے ایمان کی طاقت اور دین کا ریفرنس چاہیے۔ جبکہ سارا کفر اور کفر کے غلام مسلمان بھی ان شرکی طاقتوں سے لڑنے کی صلاحیت نہ رکھیں گے ان سے لڑنے یا زمین کو ان سے صاف کرنے کے لئے طاقت صرف مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کی جماعت کے پاس ہوگی۔ اور ان کے ذریعہ ہی ان کو صفحۂ ہستی سے ہٹایا جائے گا۔

انسانوں کی قرنہا قرن کی گمراہی کی گندگیوں کی صفائی کے لئے ہیں دجال اور یاجوج و ماجوج ہیں بطور مزدور صفائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ اور گند کی سب سے بڑی علامت بھی ''آہن را آہن فی شکند'' کا قاعدہ ہے۔ گندوں کو گندے ماریں گے اور ان کا وجود ختم۔ یا پاکوں سے ان کا خاتمہ ہوگا اور دھرتی تمام آلودگیوں سے پاک چمک اٹھے گی بن سنور کر پاکیزہ ہوکر پاکیزہ اسلام کے لئے اٹھ کھڑی ہوگی پھر اس پر پاکیزہ لوگ آباد ہوں گے۔ ظہور اسلام کا وعدہ پورا ہوگا۔

یہ غور کرنے کی بات ہے کہ ترقی میں اڑتی بھاگتی دوڑتی دنیا مین دجال کیوں گدھے پر سوار رہے گا اور چالیس دن کے اندر ساری دنیا روندڈالے گا اور سارے دنیا تہ و بالا ہو جائے گی۔ کیوں یاجوج اور ماجوج تیر کمان سے لڑ کر دنیا اجاڑ دیں گے۔ دراصل بات یہی ہے جو کہی گئی۔ رب کریم کی مطلوب مشیت یہی ہوگی کہ مسبب الاسباب رب کریم اسباب حیات کو کنارے لگا دے غیر سببی الٰہی ضابطے کے تحت آیات کبری رونما ہوں۔ انسان حیات اور کائنات ارضی میں ربوبیت کے جلوے پوری تابنا کی اور توانائی سے نمودار ہوں گے تا کہ دنیا کو کمال تک پہنچا کر باطل اور اہل باطل کو تاراج کر دیا جائے اس وقت دنیا کا تمدن ترقی اور تہذیب سو فیصد استعمار ڈاکوؤں کے لوٹ کے پیسوں پر کھڑی ہے۔ اور انسان کی ہڈیاں کھوپڑیاں ان کی بنیاد میں داخل ہیں۔ اور کل حیات سسٹم بغاوت و عصیان پر قائم ہے۔ بھلا یہ کب تک چلیں گے۔ دنیا کا سارا کوڑا کرکٹ تو ڈمپ ہونا

چاہیے۔ظہوراسلام کے لئے دنیا کی ساری گنداور بدبو کی صفائی ضروری ہے۔اس طرح سارے ظالموں پاپیوں بگڑیلوں سودخوروں جمہوریت پسندوں عیاروں مکاروں کا نابودہونا طے ہے۔ذرہ برابراس میں شک وارتیاب کی گنجائش نہیں ہے۔حداثت کا سارا کارخانہ مادیت کی ساری ترقیاں ،افکار کی ساری بلندیاں قرآن وسنت کی روشنی میں زیروہیں۔

دھرتی پر بسنے والے سارے گنوار اجڈ، ظالم جاہل عصیان وطغیان کے رسیا،شیخی باز کفار وضلال ایک نہیں بچیں گے۔سارے کفار دھرتی پہ اپنی زندگی کا حق کھوتے جارہے ہیں۔اللہ کی مشیت ہوئی تو دنیا کے سارے کفار نابود ہوجانے کا حق رکھتے ہیں۔نظام کفر ساری دنیا میں لاگو ہے۔دنیا کے پاپی انسانوں کے اداروں اور پارلیمانوں کی کودیکھیں بوچڑ خانے بن گئے ہیں۔ سارے قوانیں کمزوروں کی تباہی کے پاس ہوتے ہیں۔سارے کرمنل وہیں جمع ہوتے ہیں۔ حشر بپا ہونے سے پہلے ان کا غرور خاک میں ملنا طے ہےاوران کی ساری ہائی ٹیک کاری گریاں اورسارے بھاری بھرکم ادارے بے وقعت ہیں انسان کے لئے عذاب ہیں ان کا بھی صفحۂ ہستی سے وجودختم ہوگا۔

قیامت کی علامات کبری میں خاص کر اتنی شدت حدت ہے کہ پوری نوع بشر کے اندر اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ ان کا سامنا کرسکے۔

یہ یادرہنا ضروری ہے۔مغرب کی ضلالتیں لوٹ،ٹھگی،انسانی نسل کشی عصیان وطغیان لوگ دیکھتے ہیں۔ سارے فسادی بھی زیروبنیں گے۔ ان کی بنائی دنیا بھی تاراج ہوجائے گی۔ مسلمانوں کا دورجلدآنے والا ہے۔

اشراط قیامت کبری کے برپا ہونے کا راز یہی ہے کہ انجاس نے دھرتی کو ہرزمانے سے لوٹ قتل ٹھگی شرک کفر، ننگا پن، خیانت دھوکا سے پاٹ دیا ہے ان کی صفائی ضروری ہے۔دھرتی کی مکمل صفائی کی ضرورت ہےاوراس کے لئے شرک کفر الحاد اباحیت ، بدعات اور مشرک کفار بدعتی منافق رافضی خارجی صوفی تقلیدی سب کے لئے تباہی ہے۔آج اہل باطل کی جرأت اورجسارت دیکھو اسلام اورمسلمانوں کے لئے اس دھرتی پرکوئی اسپیس ہی نہیں رہ گیا ہے۔ ہرطرف سے خیر کےاوپر دباؤ ہے نیکوں اورسچوں کے لئے راہیں تنگ ہوتی جارہی ہیں۔

جس طرح باطل کے اندر شدت رہے گی ان کے مقابلے میں مسلمان رہیں گے اوران

فتنوں کا تیا پانچہ کریں گے دجال سے لڑکر اسے ختم کریں گے اور یاجوج وماجوج کی تباہی کی دعا کریں گے اور وہ فنا ہو جائیں گے۔

۹۔مبشرات رسول معیار ہیں مسلمانوں کے کم وکیف کوناپنے کا۔

ایک طرف روشن صاف ستھری رحمت وبرکت بھری سیدھی سادھی دینی تعلیمات ہیں اوران تعلیمات کو ماننے والے ہیں اوران پرعمل کرکے عالم دنیاوعالم عقبیٰ میں سعادتوں کا حصول ہے۔ دوسری طرف قدم قدم پر امتیوں کی فردا وجماعتا نگرانی ہے۔ راہ حق سے بھٹکنے پر تنبیہات ہیں زبان نبوی سے یوم حشر تک احوال واقعات کے تغیر وتبدل میں مردمومن پر اثر ڈالنے والے اچھے اور برے امور کی توضیح وتشریح ہے ان کے اندر رونما ہونے والے فتنوں سے بچاؤ کی تدبیریں ہیں۔ باہمی خلافات میں بچاؤ کی راہ سجھائی گئی ہے اور دشمنوں کے نرغوں اور باطل کے حملوں سے بھی بچاؤ کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ جوبھی فتنہ رونما ہو چکا ہے یا جاری ہے یا رونما ہوگا ان تمام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بحیثیت فرد وجماعت بچاؤ کا راستہ سجھایا ہے۔

فتنے جوبھی ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے جدال وقتال کے ہوں یا نفاق وشقاق کے، حرام خوری کے ہوں یا حرام کاری کے، ارضی ہوں، یا سماوی ہوں۔ انسان کے خودآوردہ ہوں یا کونی ہوں ہرایک میں رسول پاک نے مسلمانوں کوان سے بچنے کے لئے آگاہ کیا ہے۔ رب پاک کو مطلوب ہے کہ مسلمان اوران کا دین قیامت تک اپنی حقیقی اصلی حالت میں رہیں۔

مبشرات رسول کے مطابق روزمرہ عملی وفکری زندگی میں یہ مواقع آتے ہیں کہ انسان راہ حق سے ہٹ جاتا ہے ان انحرافات سے بچنے کے لئے روزا سے جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں فتنوں کی ڈور میں وہ پھنس تو نہیں گیا ہے۔ اپنی حیثیت کوناپتے رہنا چاہیے کہ کہیں وہ فضول تو نہیں ہوگیا ہے دین کے مطابق وہ بے وقعت نہیں بن گیا ہے۔ فکروخیال عادات واطوار اکتساب واعمال مرافقت ومخاصمت میں راہ حق سے اتر تو نہیں گیا ہے۔ خدمت، دین، وخدمت امت کا لبادہ اوڑھ کر بگڑ تو نہیں گیا ہے۔ نظام کفر کا حامی تو نہیں بن گیا ہے۔ دین کی اہمیت قدر وقیمت گھٹا تو نہیں دیا ہے۔ احتقار غیر اوراستکبار ذات کا شکار تو نہیں بن گیا ہے۔ ریا وسمعت کا دیوانہ تو نہیں بن گیا ہے۔ منافقت دوگلہ پن کا شکار تو نہیں بن گیا ہے نیتوں ارادوں میں فتور تو نہیں آگیا ہے۔

دین سے پکالگاؤباقی ہے یاختم ہوگیا ہے۔توکل انابت محبت الٰہی ومحبت رسول اطاعت الٰہی واطاعت رسول میں دم خم ہے طاعت وتوانائی ہے یابرائے نام ہےعزائم کے لئے جیتا ہے یاصغار وسفلیات کے لیے جیتا ہے۔سماحت شجاعت اور سخاوت کے اوصاف اس کے اندر ہیں یا بزدل بخیل اور تنگ دل وتنگ نظر بن کر رہ گیا ہے۔اطاعت وعبادت میں کس معیار پر ہے یا صرف اٹھک بیٹھک تک بات رہ گئی ہے۔

فتن کے متعلق مبشرات رسول مسلمان کے لئے بلکہ ہرانسان کے لئے مسئوولیت اور احتساب ذات کو ہمیشہ نگاہوں کے سامنے رکھنے اورنصب العین کو یاد دلانے اور کھینچ کرراہ حق پر لانے کے لئے ایک سماوی بندوبست ہے۔

حالات فقر،ستم،ناانصافی،موامرت،قتل،بھکمری باہمی نزاع اور مرض ایسے شدید ہوتے ہیں کہ ان میں عقل دین ایمان اخلاق کے ضائع ہوجانے کا بہت خطرہ رہتا ہے۔ان میں انسان کو دلیل حجج اور براہین بھی سجھائی نہیں دیتے۔ بسا اوقات پڑھا لکھا انسان جاہلوں سے زیادہ بدتر جہالت کا ثبوت دیتا ہے۔ان حالات میں انسان تقوی شائستگی،ادب تہذیب،انسانیت سب بھول جاتا ہے،تاریکیوں کا طوفان ہوتا ہے جوقلوب واذہان کو بھی معطل کردیتا ہے۔ان حالات میں انسان کے سارے اعمال وخیال اضطراری بن کررہ جاتے ہیں۔فیصلے کی اس کی صلاحیت سلب ہوجاتی ہے۔مخاوف کی شدت سے وہ مدہوشی کی حالت میں پہنچ جاتا ہے۔عواطف وجذبات معطل ہوجاتے ہیں یامکمل اتھل پتھل کا شکار ہوجاتے ہیں۔نفسانفسی کا عالم ہوتا ہے۔

باہمی تنازع کا جب فتنہ کھڑا ہونا ہوتا ہےتو سارے جاہلی عصبیات طورطریقے جاگ اٹھتے ہیں ہرطرف فکری عملی جذباتی انتسابی ٹکراؤہی ٹکراؤ ہوتے ہیں۔سطع الشمس وظلمۃ اللیل لوگوں کے لئے برابر ہوجاتے ہیں۔انسان کا وجود،نئے تنازعاتی وجود میں ڈھل جاتا ہےاور سب ننگے ہونے لگتے ہیں۔فجوررجاہلی شعارسباب وفسوق کا بازارگرم ہوجاتا ہے۔

ہم کاروں ، ہرقسم کے اداروں،تنظیمات تعلیم گاہوں،تجارت گاہوں میں، ہرجگہ باہمی تنازعات میں انسان روز گندگی میں لت پت ہوتا ہے سارے انسانی فنکشن گندگی میں ملوث ہوجاتے ہیں۔مفادات ومصالح ذاتیہ کی مسلسل جنگ جاری رہتی ہے انسان ان کے تحفظ کے لئے بلکہ محض فیس سیونگ کے لئے بازاریت پراترآتا ہے۔اورامکانی حدتک اسفل السافلین میں

کرتا ہے۔

زرومنصب کے حصول کا فتنہ،شہرت یابی کا فتنہ انسان کو لالچی حریص بے ضمیر چاپلوس سطحی ذلیل اورسڑک چھاپ بنادیتا ہے۔

رسول پاک نے ایسے لوگوں کی شناخت کرادی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہےارشادپاک ہے۔

لو تعلمون ما اعلم، لضحكتم قليلا، ولبكيتم كثيرا، يظهر النفاق، وترفع الأمانة وتقبض الرحمة، ويتهم الامين، ويوتمن غير الأيمن، اناخ بكم الشرف الجون، قالوان وما الشرف الجون يارسول الله، قال فتن كقطع الليل المظلم
(صحیح ابن حبان٦٧٠٦)

جو میں جانتاہوں اگرتم لوگوں کواس کاعلم ہوجائے توہنسوکم روؤزیادہ۔نفاق چھاجائے گا، امانت اٹھالی جائے گی،رحم لی ضبط کرلی جائے گی،امانت دارمتہم قرار پائے گا۔خائن امین بنادیا جائے گا۔تمہارے درمیان کالی عمردراز وانٹیاں براجمان ہوجائیں گی۔لوگوں نے پوچھااے اللہ کے رسول یہ شرف جون (کالی عمردرازاونٹیاں) کیاہیں فرمایا فتنے کالی رات کی چادر کی مانند۔

یہ ہے فتنوں کی کثرت پھیلاؤ،خوفناک فتنوں کی قسمیں اوران تاریک فتنوں کا سماج میں جماؤٹھہراؤاورتسلط۔

یہ صورت حال رونے کی ہےاورجن کوان فتنوں کی ہولنا کیوں کا پتہ ہوگااسے رونا آئے گا ہی ہنسی اس کے ہونٹوں سے روٹھ جائے گی۔

حدیث کے پہلے ٹکڑے میں نصیحت ہے کہ اس تاریک ماحول پہ اہل بصیرت کودل گرفتہ ہونا چاہیےاسے قبول کرنے اوررضامندی اختیارکرنے کے بجائے اسے ناپسند کرنا چاہیےاوراس پر مغموم ہوناچاہیے۔یہ صورت حال غمناک ہےاور ماتم گساری کے قابل بھی۔

دوسرے ٹکڑے میں رسول رحمت نے پانچ فتن کا ذکر کیا ہے۔

(ا) نفاق: انسانی زندگی پراس کی مکمل چھاپ ہے۔اس کی اس پر پکڑ بن چکی ہے۔اس وقت ہرقسم کانفاق معاشرے میں موجود ہے۔غریب جاہل عالم،چھوٹابڑاہرفردنفاق کے مرض میں مبتلا ہے۔زندگی کے ہر شعبے میں نفاق کا راج ہے۔نفاق قانون حیات بنا ہوا ہے۔ساری دنیا

نفاق کواپنائے ہوئے ہے۔عبادت اورعبادت گاہوں تک میں نفاق موجود ہے۔کفر یہ نفاق بھی موجود ہے۔ٹھیٹ مادی نفاق بھی ہے الحادی نفاق بھی ہے اعتقادی عملی اخلاقی نفاق بھی ہے گاڑھا ترین بے درد وحشی نفاق بھی ہے۔اس نفاق نے انسان کو بہائم بنادیا ہے۔محلات میں رہنے والے منافق بھی جانور، ایوان قانون اور حکومت کو آباد کرنے والے بھی وحشی اور درندے۔ جھونپڑوں میں رہنے والے بھی نفاق کی راہ پر۔دنیا کے اکثر قوانین وحشت اور درندگی کے نمائندہ۔دین پسند اسیر نفاق ومنافقت۔ساری دنیا پرنفاق کا راج۔نظام زندگی بھی نفاق۔اس کا نام جوبھی دے لیا جائے۔نفاق باطل کا ایک بدترین روپ ہوتا ہے۔حقائق کو چھپانے،حقائق سے لڑنے اوراس کے خلاف سازش کرنے کا نام نفاق ہے۔نفاق ایسی بدبودارایت رویہ ہے کہ ساری دنیااس پر مرمٹ گئی ہے اورانسان کی ساری چلت پھرت، ہرقسم کی سرگرمی جھوٹ اورلوٹ بن چکی ہے۔نفاق نے سارے عالم میں انسانوں کے اوپر تاریکی دھویں اورشعلوں کا ایک جلتا ہوا سائباں کھڑا کردیا ہے۔ ہرآدمی ڈرا سہا گھبرایا اذیت زدہ۔اس سے بڑا فتنہ انسان کے لئے کیا ہوسکتا ہے کہ آج کا ہر انسان شر کا قیدی ہے اورشر کا محبوس ہے اور ہرانسانی کارکردگی کا محور نفاق اور جھوٹ ہے۔اگراس ایک فتنہ کبری کی حکمرانی ہوئی تو انسان اوراس کے سارے متعلقہ کارناموں اورسرگرمیوں کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوگی۔اس کے ہوتے ایک انسان صحیح سلامت نہیں رہ سکتا۔ہرقسم کا جبرستم سفا کی خون ریزی ایذارسانی عداوت، تنازع بددینی عریانیت بے شرمی ڈھٹائی،خودغرضی،لوٹ فراڈ،درندگی...اس کی دین ہے۔فتن اوران کی تباہ کاریاں اوربھی ہیں۔

(۲)امانت ضائع (۳) ہمدردی رحم دلی ختم (۴)امانت دار متہم (۵) خائن منصب امانت پر۔رسول پاک نے ان پانچ فتن کا ذکر کیا ہے۔یہ سب مل کرظلمت کا سیاہ بادل بن جاتے ہیں بلکہ اس سے آگے فتن کی تباہ کاریاں ہیں۔یہ ساری دنیا میں انسانوں کے اوپرظلمت بن کرٹک جاتی ہیں۔آج انسان کے لے ان فتن کے سبب چین وسکون کے چند لمحات میسرنہیں ہیں۔

امانت اٹھالی گئی ہے اس کا مطلب کیا ہے اور کیسے انسان متاثر ہوتا ہے۔خیانت کے لئے دیوانگی کا سب کو پتہ ہے ہر شخص تعمداخائن بنتا جارہا ہے۔چھوٹی بڑی ہرشئے میں خیانت چلتی ہے خیانت صرف مالیات میں نہیں چلتی۔منصب عہدہ مسئولیت، دینی وقومی خدمات ہرجگہ امانت کا سوال رہتا ہے۔امانت کہاں ہے۔جب خیانت پرانسان نچھاور ہوگیا امانت کی نہ ضرورت رہی

نہ قدر تو اسے دنیا کے انسانی باشندوں کے درمیان سے کھینچ لیا گیا دلوں سے نکال لیا گیا، سماج سے اٹھالیا گیا۔ امانت خیر ہے بناء وتعمیر ہے مطلوب الٰہی ہے۔ خیانت شر ہے تباہی ہے مطلوب شیطانی ہے۔ جب انسان مطلوب الٰہی کو نظر انداز کردے اس سے محبت اور اس میں رغبت کرنے کے بجائے اسے رد کرے اور مطلوب شیطانی کو حرز جاں بنالے، ہمہ وقت اس کی طلب میں رہے پھر ایک خوددار قیمتی اور عزیز شے ایسے دلوں ایسے سماج اور ایسے لوگوں کے درمیان کیسے رہ سکتی ہے جس کی قدر ختم ہوگئی ہو وہ ناقدروں کے درمیان سے رخصت ہوجاتی ہے۔ حدتو یہ ہے کہ اس خیانت جیسی شیطانی شے کولوگ کمال جانتے ہیں اور خائن کی قدر بڑھاتے ہیں۔ خیانت کے عموم بلوی کا یہ حال ہے کہ خدمت دین کے نام پر صدقات وخیرات کے اموال پر علماء ڈاکہ ڈالنے پر تلے رہتے ہیں۔ حرام کھاتے ہیں، جائداد بناتے ہیں۔ اس پر عیش کرتے ہیں اور شان بھی بگھاڑتے ہیں۔ جبکہ اگر زرا بھی اللہ کا خوف ہوتو بارگاہ الٰہی میں روئیں اور گڑگڑائیں۔ خائنوں عیاروں اور ڈاکوؤں کی جس معاشرے میں تکریم ہو وہ اسلامی تعلیمات، انسانیت، امانت اور امانت داروں کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور فتنہ خیانت کا پرچار کرتا ہے۔ دنیا کے جتنے خائنین ہیں چاہے وہ کسی بھیس ماڈل اور لباس میں ہوں وہ خیانت کا حرام خوری کا داعی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی سرگرمیاں جتنی بڑھتی ہیں اتنا ہی ان کی خیانت کا پرچار ہوتا ہے فتنوں کو فروغ ملتا ہے۔ وہ خود فتنہ بن جاتے ہیں سفید لباس لمبی داڑھیاں، لمبے کرتے شیروانیاں چرب زبانی لمبی دعوی داریاں سب کے سب ایک فریب کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ لیکن یہ لوگ ایسے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ اپنے فساد فتنے اور دریوزہ گری کو بھی خیر بنا کر پیش کرتے ہیں۔

یہی حال تمام فتنوں کا ہے۔ انسان فتنوں کو جب اوڑھ لیتا ہے تو اس کا سارا وجود شر عظیم بن جاتا ہے آج فتنے کی دوسری سب سے بڑی پہچان اور فتنے کی عملی شناخت، امانت کا ضیاع ہے۔ حدیث میں مذکور پانچ فتنوں میں تین کا تعلق امانت کے ضیاع اور خیانت کے تسلط کا ہے۔ ان تینوں سے انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ فتنوں کے کس کگار پر کھڑا ہے۔ آج امانت کی ضرورت اہمیت اور وجوب کا اس کے دل میں کوئی خیال نہیں رہ گیا۔ خیانتوں کا انبار لگانے میں جٹا ہے۔ یہی اس کی پہچان شوق جذبہ اور محنت ہے۔ ایسا انسان جانور ہے۔ جو گیہوں کے اوپر لگے جھلی یا کھجور کی گٹھلی پر موجود پردے کے برابر نہیں ہے۔ فتنون کی پکڑ بڑی مضبوط ہوتی ہے۔

جب وہ دل ودماغ میں بیٹھ جاتے ہیں تو تیزاب سے دھوکر انھیں زائل کرنا چاہیں زائل نہیں ہوتے۔سیاہ دل تاریک دماغ کاانسان دوکوڑی کا بن کررہ جاتا ہے۔

مالی امانت سے بڑھ کر دینی قیادت، سماجی قیادت، علمی قیادت، دعوتی قیادت کی اہمیت ہوتی ہے ایک بے خبرانسان اگر قیادت کی کرسی پکڑ کر بیٹھ جائے اور منصب تک چڑھنے کرسی پر بیٹھنے کے لئے بدبودار، جاہلیت کی ساری سیڑھیاں لگالے اس سے زیادہ بدقسمت اور بدھوانسان کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔خیانت انسان کی بدنیتی بددینی سفالت کمزوری مادیت کے لئے دیوانگی گھٹیا کردار، حرص اور لالچ کی دلیل ہوتی ہے۔ خائن اپنی کم نظری اور ہوس میں اتنا اندھا ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی انسانی شخصیت کوانتہائی پست کرلیتا ہے اور اتنا سکڑ جاتا ہے کہ بدبودار طفیلی کیڑا بن جاتا ہے۔ اپنی ساری انسانی کرامت عزت نفس تعلق باللہ، انسانیت ہمدردی اور مسئولیت کو بھول جاتا ہے۔وہ سماج میں مفسد حقوق کا دشمن اور قدریں پامال کرنے والا شیطانی ہیولی بن جاتا ہے۔اپنی متعدی بیماری خیانت کو دوسروں تک منتقل کرتا ہے وہ ایک خارشتی اونٹ اورکوڑھ زدہ مریض بن جاتا ہے۔

خیانت ایسی برائی ہے جو بگڑے انسان کی ذات صلاحیت اور سوجھ بوجھ سے چپک کر اسے معطل کردیتی ہے۔اس کا کیف وکم زیرو ہوجاتا ہے۔اس کی پھیلائی ہوئی تباہی سارے سماجی روحانی اخلاقی اتفاقی بندھنوں کو تاراج کردیتی ہے۔

امانت کا کمال اور حسن یہ ہے کہ اس کا حامل ہر نیکی کا حامل ہونا ہے۔تمام اچھے خصائل اور کمالات سے دمک جاتا ہے۔تمام ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دیتا ہے۔وہ جاں نثار خوددار، سمجھ دار اور پائیدار ہوتا ہے۔حق پسندی اس کے اندر بسیرا بنالیتی ہے۔سماج کے لئے مفید اور کارآمد بن جاتا ہے۔

حدیث شریف میں تیسرا فتنہ مذکور ہے کہ انسانوں کی بگڑی حالت، قساوت اور بے رحمی میں رحمت اور ہمدردی کو سمیٹ لیا جائے گا۔رحمت کا چھن جانا اور انسان کا اس سے محروم ہوجانا انسان کی ایک اساسی خوبی سے محرومی ہوتی ہے۔دراصل انسان اور درندہ کے درمیان یہی رحمت ہی خط بیانی ہے۔ ہمدردی رحمدلی ہے تو انسان، قساوقت قلبی ہے تو درندہ۔یہ فتنہ یعنی رحمت سے محرومی انسان کو جانور بنادیتا ہے۔وحشی درندہ بنادیتا ہے۔اورآج اصلا انسانوں کی اکثریت درندہ ہے۔

ناپ لے انسان اپنا قد وقامت جائزہ لے لے انسان رحمت چھن جانے کے بعد اپنے کم وکیف کا۔رحمت سے محروم ہونے کے بعد کیا باقی رہے گا اس کے پاس جو خلق بشر کو شرف بخشے۔

یہی حال دیگر تمام فتن کا ہوتا ہے۔اچھے انسان کے لئے ابتلا وآزمائش کا میابی بھی اور اکڑ و انسان کے لئے ناکامی بھی۔اگر ایک امتی مبشرات نبوی کا گہرائی سے مطالعہ کرے تو وہ ان کی روشنی میں اپنا لائف کورس طے کرسکتا ہے اور بتوفیق الٰہی منزل بکنار ہو جائے گا۔

حدیث کا تیسرا ٹکڑا ہے۔اناخ بکم الشرف الجون

ان پانچ فتن کے ذکر کے بعد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اتنے خطرناک ہیں کہ یہ سماج میں ٹک جاتے ہیں اور اس طرح ٹکتے ہیں جیسے اونٹنیاں عمر لمبی پاتی ہیں اور کالی ہو جاتی ہیں اس طرح یہ فتنے سماج میں ٹک جاتے ہیں اور کالی رات کا سائبان بن جاتے ہیں ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔یہ فتنے عالمی بن چکے ہیں۔زمانے سے سماج میں ٹکے ہوئے ہیں عمومی ظلمت پھیلا کر لوگوں کی گمراہی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔طویل تاریکی کا ایک سائبان انسانوں کے سر پر کھڑا ہو جاتا ہے اور لوگ اس کے اندھیرے میں اذیت کے ساتھ جیتے ہیں۔زندگی کی ساری روش بگڑی ہوتی ہے۔لوگ زندہ ضرور ہوتے ہیں لیکن ان کی انسانیت مری ہوتی ہے۔لوگوں کی کیفیت اور کمیت کھوگئی ہوگی ہے۔

۱۰۔فتنوں کا پھیلاؤ اور اثرات

فتنوں کی بارش ہوتی ہے وہ چپے چپے دھیرے دھیرے رگ رگ میں اترتے ہیں۔فتنوں کا ورود داخلی طور پر بھی ہوتا ہے اور خارجی طور پر بھی ہوتا ہے۔جب انسان کا اندورن بگڑتا ہے تو فتنوں کے نمود پیدائش اور پھیلاؤ کا سبب بنتا ہے اور یہی بگاڑ خارجی طور پر فتنوں کی آمد کا سبب بنتے ہیں۔فتنے کیسے اترتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ارشاد ہے:

اشرف النبی صلی الله علیه علی اطم من أطام المدینة فقال هل ترون مـا أری ؟ انی اری مواقع الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر (بخاری۱۸۷۸،مسلم ۲۸۸۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک قصر پر چڑھے دیکھا اور فرمایا کیا تم لوگ وہ دیکھتے ہو جو

میں دیکھتا ہوں ۔ مجھے تمہارے گھرون میں فتنوں کے اترنے کی مقامات ایسے دکھائی دے رہے ہیں۔جیسے بارش کے قطرے زمین پر گرتے ہیں۔

رسول پاک نے اونچائی سے بستی پر نظر ڈالی اور آپ کو مدینہ کے گھروں گلی کوچوں میں فتنے اترتے ایسے نظر آئے جیسے بارش کے قطروں کا دھرتی کے چپے چپے پر نزول ہوتا ہے۔ مدینۃ الرسول کا یہ حال آپ کے رخصت ہونے کے بعد ہونے والا تھا۔ معجزہ رسول کہ مستقبل کے واقعات حرب کے مناظر آپ کو نظر آرہے تھے۔ اہتمام تھا آپ کو اپنے شہر سے اور اپنے اصحاب کرام اور بستی کے۔ باشندوں سے۔خبردے دی کہ فتنوں کا نزول ہوگا۔اوران سے فرد فرد چپہ چپہ متاثر ہوگا۔ فتنے اپنی ظاہری صورتوں میں بھی ہوتے ہیں اور اثرات کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ فتنوں کے اثرات بہت دورس ہوتے ہیں۔ان کا غیر مرئی حجم بہت بڑا ہوتا ہے۔انسان کے پورے وجود کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتے ہیں۔ان کو اپنا اسیر بنا لیتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تعرض الفتن على القلوب عرض الحصير عودا عودا فاى قلب أشربها نكتت فيه نكتتة سوداء واى قلب أنكرها، نكتت فيه نكتة بيضاء حتى يصير القلب أبيض مثل الصفا لا تضره فتنة مادامت السماوات والارض، والآخر مربدا كالكور مجنحيا لا يعرف معروفا ولا ينكر منكرا الا مأأشرب من هواه.

(مسلم:۲۳۱احمد ۲۳۲۸، بزار ۲۸۴۴،صحیح الجامع ۲۹۶۰)

فتن بسیط قلوب پر ایسے اترتے ہیں جیسے چٹائی کے عرض پر اس کے ایک ایک تنکے پر جو دل انھیں جذب کر لیتا ہے۔اس پر سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے۔اور جو دل انھیں رد کر دیتا ہے اس پر سفید نکتہ پڑ جاتا ہے۔ پھر ایسا دل بالکل سفید ہو جاتا ہے سنگ مرمر کی طرح سفید دیدہ زیب جب تک آسمان اور زمین کو بقا ہے فتنہ اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتا۔اور سیاہ نکتے والا دل بگڑا ہوتا ہے اس برتن کی مانند جو اوندھا رکھا گیا ہو۔ نہ اسے معروف کا پتہ ہوتا ہے نہ منکر کا وہ بس خواہش نفس کے مطابق جذب کردہ فتنے جانتا ہے۔

فتنے دلوں میں کیسے حلول کرتے ہیں۔بستیوں میں کیسے اترتے ہیں ارشادات نبوی سے اندازہ لگائیں۔فتنوں کا کوئی حصار نہیں ہوتا اس کے حدود نہیں ہوتے وہ ہواؤں کے پنکھ پر اڑتے

ہیں۔ان کی پہنچ بارش کی طرح ہوتی ہے۔وہ دلوں میں جذب ہوجاتے ہیں۔فکروخیال میں آباد ہوجاتے ہیں احساسات پر چھاجاتے ہیں۔جذبات میں شامل ہوجاتے ہیں۔وہ آواز وصورت بن کر پھیل جاتے ہیں۔ان سے فضاء مکدر ہوتی ہے دل پراگندہ ہوتے ہیں۔سوچ اور ذہنیت آلودہ ہوتی ہے۔فتنے جنگل کی آگ کی مانند پھیلتے ہیں۔سچ فرمایارب پاک نے۔

وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الانفال:۲۵)

اس فتنے سے بچو جو صرف تمہارے اندر موجود ظالموں کو نہیں آدبوچتی ہے اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

فتنوں کا ورود دلوں پر ہوتا ہے جو دل فتنوں کو جذب کرلیتا ہے اس پر ایک سیاہ نقطہ پڑجاتا ہےااور جودل ان کو رد کردیتا ہے اس پر ایک سفید نقطہ پڑجاتا ہے وہ دل جوفتنوں کورفض کردیتے ہیں وہ سنگ مرمر کی مانند صاف سفید چمکدار ہوتے ہیں۔ان کی صلاحیت سعیدہ فتنوں کو قبول نہیں کرتی ہےاس لئے قیامت تک ایسے دل محفوظ رہیں گے فتنے ان کے لئے مضرنہیں ہوسکتے۔اور جو دل پراگندہ بےفیض ہوتا ہے اس کے اندر خیر کی صلاحیت نہیں رہ جاتی ہے وہ اوندھے برتن کی مانند بن جاتا ہے جس میں کوئی چیز نہیں رک سکتی۔

فتنے عام خاص ہرطرح کے ہوتے ہیں اور بار بار آتے ہیں بلکہ دل بگڑا تو فرد اور سماج میں بسیرا کرلیتے ہیں۔اوران کی اتنی شدت ہوتی ہے کہ ان میں مبتلا عقل وہوش کھودیتا ہے۔اپنے غیر کسی کو مارنے میں نہیں جھجھکتا۔(صحیحہ:۱۶۸۲)(مستدرک۸۷۶۴)

فتن میں سارا انسانی طبقہ بگڑ جاتا ہے،امراءوزراء،امناءاورعلماءسب کافر فاجر فاسق خائن بن جاتے ہیں۔(بزار:۲۶۳۰) فتنے ڈھنگ ڈھنگ کے قسم قسم کے ہوتے ہیں۔آندھی کی مانند ہر شئے کے لئے تباہ کن۔کبار وصغا۔اور انتہائی تباہ کن۔ہوش اڑانے والے ناقابل برداشت (مسلم۲۲۱۶،۱۴۷۳)

احادیث میں خاص نام کے فتنوں کا ذکر ہے۔ملاحظہ ہوں۔فتنہ عامہ،فتنہ عمیاءصماء،فتنہ دھیماء (ابن حبان،ابوداؤد)

فتنوں میں پھنس جانے اور بچ نکلنے کا طریقہ اور معیار بھی رسول پاک نے بتلادیا ہے جیسا

کہ حضرت حذیفہ کی مذکورہ حدیث میں گذرا۔ معیار ہے کہ اگر انسان نے معروف ومنکر کو عملا فہما وتعاملا یکساں مان لیا اور اس میں مگن ہو گیا تو یہ طے ہے کہ ایسا انسان مفتون ہو چکا ہے اس کا دل سیاہ ہو چکا ہے خیر کا صدور اس سے ممکن نہیں وہ اوندھا چکنا گھڑا بن گیا۔ ضلالت اور فتنے سے آلودہ اس کی زندگی گذرے گی۔ ظلمت وتاریکی اس کا نصیب بن چکا ہے۔ اس کے قول وقرار کا منہج ومصدر فتنہ ہے چاہے وہ نفاق ہو یا خیانت یا کٹھور دل۔

اور اگر انسان کے اندر اتنی سکت ہے کہ اس کا دل زندہ ہے۔ ایمان زندہ ہے کہ معروف ومنکر کے درمیان تفریق کر سکے اور یہ صلاحیت اجاگر رہے کہ منکر کو معروف نہ بنائے نہ معروف کو منکر تو وہ فتنوں سے آخری سانس تک محفوظ رہے گا۔ یہی رب پاک کا نظام ہے۔ ایسی حالت میں اس کا دل منور رہے گا۔ دل کا چراغ بجھ نہیں سکتا۔ مجلی مصفی چمکدار سنگ مرمر کی طرح دودھیا گندگی کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔ خیر وشر معروف ومنکر کے درمیان تفریق کی صلاحیت اس وقت کہاں ہے۔ انسان خود کو فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کتنا فکر مند ہے۔ اس کی نہ صلاحیت ہے نہ فکر مندی۔ بڑے بڑے شیوخ، علماء کبار مانے جانے والے بھی بے شعوری کا شکار ہیں۔ معروف ومنکر کو ایک بنائے ہوئے ہیں۔ بلکہ بہت سے پلید حنائی لمبی داڑھیوں اونچی توند اور ٹوپیوں والے معروف ومنکر کے درمیان تفریق کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ایسے بدنصیب نفاق جھوٹ، خیانت چوری کو بھی کارنامہ مانتے ہیں۔ جب مشائخ مفتیان کرام، شرفاء عظام کی بے شعوری کا یہ حال ہے پھر دوسرے تیسرے درجے کے چاٹو کار بزدل تگڑم باز مولویوں کا کیا حال ہوگا۔ اور رہی عوام تو اس کی آوارگی فکر اور جمود وبے شعوری بلکہ حماقتوں کا ذکر ہی نہیں۔

۱۱۔ فتن سے تحفظ

فتن سے تحفظ ملے یہ بڑا مسئلہ ہے بلکہ راہ دین پر چلنے والوں کے لئے سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اندازہ لگائیں فتنے کتنے خطرناک تیز، شدید تر، دھماکے دار، تباہ کن، وسیع اور بھاری ہیں اور ہوں گے ان سے بچنا کتنا مشکل ہے۔ لیکن تعلق باللہ، معرفت حق، جذبہ صدق اور استقامت انسان کو فتنوں سے بچالے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے۔

ان سے بچاؤ کا ایک اہم ذریعہ اخلاص سے عبادت الٰہی بجالانا ہے۔ حضرت معقل بن یسار کی روایت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

العبادة فی الھرج کھجرة الی (مسلم:۲۲۶۸)

فتنہ وفساد میں عبادت ایسے ہے جیسے میرے پاس ہجرت کر آنا۔

مطلب کیا ہے؟ جس طرح ایمان شکن حالات میں دین وایمان بچانے کے لئے لوگ اپنا گھر در چھوڑ کر مدینہ آجاتے تھے اور رسول پاک کی پناہ میں پہنچ جاتے تھے۔ اپنے دین ایمان کو بچا ہی نہیں لیتے تھے مثالی معیاری مسلمان بن جاتے تھے۔ اسی طرح فتنوں سے بھرے بگڑے حالات میں اگر مسلمان بارگاہ الٰہی میں خشیت کے ساتھ سربسجود ہو تو اسے اللہ کی معاونت نصرت ملے گی۔ تحفظ بھی ملے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انسانوں کو اس وقت فتنوں سے تحفظ مل سکتا ہے۔ جب وہ خشیت اور تواضع سے رب کریم سے دعا کرے۔ ارشاد ہے۔

یاتی علیکم زمان لا ینجو فیه الا من دعا دعاء الغریق (مستدرک۱۸۹۲)

تم پر ایسا وقت بھی آئے گا جس میں اسی کو نجات ملے گی جو ایسی دعا کرے جس طرح ڈوبتا انسان دعا کرتا ہے۔

۱۲۔فتن واشراط الساعة کی جانکاری کے فوائد

ان مبشرات غیبیہ کی معرفت کے بہترین اور پائدار تربیتی فوائد ہیں فتن واشراط کا مطالعہ کرنے والوں کو ان فوائد اور حکم کو اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے۔

(۱) فتن اشراط الساعۃ اور ملاحم سے متعلق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشرات کو جاننے اور ماننے سے یہ طے ہوتا ہے کہ ایمان بالغیب کے ایک اہم حصے کو ہم نے تصدیق کرنے کے بعد ایمان میں اضافہ کیا ہے۔ ایمان کی تکمیل کی ہے۔

(۲) غیبیات سے متعلق مبشرات رسول کا ہو بہو واقع ہونا سچائیوں کے ٹھوس ثبوت ہونے کی دلیل ہے اس سے یہ طے ہوتا ہے کہ اللہ سچا ہے رسول سچے ہیں وحی الٰہی سچ ہے۔ ان کو ماننے سے ہمارا ایمان قوی اور مضبوط ہوگا۔

(۳) غیبیات کے متعلق خصوصا قرب قیامت کی علامتیں اور مبشرات رسول اس بات کی دلیل ہیں کہ جس طرح یہ مبشرات ہو بہو وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کی آمد برحق ہے اور رب پاک کی قیامت کے روز فرماں روائی کامل ہوگی لہٰذا اس کی بارگاہ میں جوابدہی کے

لئے تیاری کر لینی چاہیے۔

(۴) مبشرات رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام انسانوں کے لئے تحذیر نامہ ہیں۔تنبیہ نامہ اور ہدایت نامہ ہیں کہ جہاں جس وقت فتنے رونما ہوں انھیں خیر اور صالحیت کے نقطے پر خود کو مرکوز رکھنا چاہیے۔شر سے بچنے اور کامیابی کا راستہ تلاش کرنے کے لئے انھیں متنبہ ہونا چاہیے۔

(۵) انسان کو اپنے انجام و عاقبت کی فکر ہوتی ہے وہ سوچتا ہے اس کا مستقبل کیا ہوگا اس کے متعلق متلاشی رہتا ہے اس کی خاطر وہ جن شیاطین اور انس شیاطین کی مکاریوں کا اکثر شکار رہتا ہے۔دنیا میں گمراہی کی بہت بڑی انڈسٹری آئندہ آنے والی مشکلات واقعات اور حالات بتلانے کے لئے لگی ہے اور لوگ ان میں پڑ کر لٹتے ہیں بھکتے ہیں برباد ہوئے ہیں۔دنیا وآخرت دونوں برباد ہوتے ہیں فیوچرسٹ ، فورچون ٹیرلس۔ میجک، بلیک میجک، جادوئی اعمال وچ کرافٹ سوسری دست شناسی،علم النجوم اعداد یہ سب مغیبات اور مستقلیات مضللات ہی ہیں۔ مستقبل اور غیبات کے متعلق ان گندیوں اور گمراہیوں اور اکاذیب سے انسانوں کو بچانے کا اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا کہ رسول شاہد ومشہود کو وحی کے ذریعہ انسانون کو ان کے مستقبل سے متعلق آگاہیاں فراہم کردیں۔تاکہ لوگ ان پاکیزہ اور صاف تعلیمات سے مستفید ہوں ان کے علم اور ایمان میں اضافہ ہو اور انھیں سعادت دارین حاصل ہو۔

۱۳۔ مبشرات غیبیہ کی کثرت

دور نبوت سے لے کر قیامت تک حوادث فتن ملاحم اور اشراط الساعۃ سے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث ہیں اور بے شمار موضوعات پر ہین اور بڑے اہتمام سے تفصیلات آئی ہیں۔صحابہ کرام سے لے کر ائمہ عظام محدثین ذی احترام تک سبھوں نے ان احادیث سے خصوصی دلچسپی لی اور انھیں حفظ وضبط کیا اور امت تک پہنچایا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔فرماتے ہیں:

خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبة ما ترك فيها شيئا الى قيام الساعة الا ذكره علمه من علمه وجهله من جهله ان كنت لارى الشى قد نسيت فاعرفه كما يعرف الرجل الرجل اذا غاب منه فراه فعرفه. (بخاری۶۶۰۴

مسلم۲۸۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبے میں خطاب فرمایا۔قیامت قائم ہونے تک اس خطبے کے اندر سب بتادیا کچھ نہیں چھوڑا۔جس نے اسے جانا جانا اور جس نے اسے نہیں جانا نہیں جانا۔اگر مجھے لگتا کہ اس خطبے کا کچھ حصہ بھول رہا ہوں تو وہ مجھے ایسے یاد آجاتا جیسے کوئی آدمی کسی جانکار کو غائب ہوجانے سے بھول جائے اور جب اسے دیکھے وہ اسے پہچان لے۔

عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر، وصعد المنبر، فخطبنا حتى حضرت الظهر فنزل، فصلى ثم صعدا المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر، ثم نزل فصلى، ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس، فأخبرنا بما كان وبما هو كائن فاعلمنا احفظنا (مسلم:۲۸۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھے۔پھر ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہوگیا آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھے اور ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔آپ نے ہمیں وہ سب بتایا جو ہوا اور جو ہونے والا ہے۔ہم میں جس نے حفظ وضبط کیا وہ ہم میں سب سے زیادہ جانکار ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ میرے اور قیامت کے درمیان جتنے فتنے ہیں مجھے ان کا علم سب سے زیادہ ہے۔میری یہ حالت ہے کہ ان کے متعلق رسول پاک نے ہمیں رازدارانہ طور پر کچھ ایسی باتیں بتلائی ہیں جن کو میرے سوا کسی کو نہیں بتلائی ہیں۔عام لوگوں کو فتن بتلانے کی ایک مجلس ایسی تھی جس میں میں موجود تھا فتنوں کو گناتے ہوئے آپ نے فرمایا تین قسم کے فتنے ایسے ہیں جو آئیں گے اور کچھ نہ چھوڑیں گے۔ان میں ایسے فتنے ہیں جو گرمی کی آندھی کی مانند ہیں۔کچھ بڑے ہیں کچھ چھوٹے ہیں۔(مسلم:۲۲۱٦)

ان احادیث سے واضح ہے کہ اللہ کے رسول نے کس کثرت سے مبشرات غیبیہ بیان کئے ہیں تفصیل تشریح تطویل احصاء سارے اطلاقات ان کے اندر موجود ہیں ان کی تفصیل آگے آئے گی۔

۱۴۔اشراط الساعة والساعة

انسان جو آخرت کو مانتا ہے،حساب کتاب کو مانتا ہے جزا سزا کو مانتا ہے اسے شوق ہوتا ہے قیامت کے متعلق جاننے کا اور جو آخرت کو نہیں مانتے جزا سزا حساب کتاب کو نہیں مانتے انھیں شوق ہوتا ہے انکار قیامت کا اوراس کے ساتھ انکار اشراط الساعۃ علامات قرب قیامت کا۔

علم الساعۃ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم اس کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ ارشاد ہے۔

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيباً (الاحزاب:۶۳)

تم سے لوگ سوال پوچھتے ہیں قیامت کے متعلق بتادو اس کا علم اللہ کے پاس ہے اور تمہیں کیا پتہ ہوسکتا ہے قیامت قریب ہو۔

اشراط الساعۃ کب اور کیسے وقوع پذیر ہوں گے اس کا علم بھی کسی کے پاس نہیں ہے۔ جب وہ وقوع پذیر ہوجاتے ہیں تب لوگوں کو پتہ چلتا ہے۔اشراط الساعہ،علاقات قرب قیامت میں، قیامت کی آمد کی قربت طے ہے اور ساتھ ہی علامات قرب قیامت موجود ہیں وہ قرب قیامت کی دلیل ہیں اور ان کی ہو بہو وقوع پذیری طے ہے جو عقیدہ آخرت کی توثیق کرتی ہیں۔اشراط کی آمد کے متعلق ارشاد ہوا۔

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاء أَشْرَاطُهَا فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءتْهُمْ ذِكْرَاهُم (محمد:۱۸)

کیا ان کی نگاہ صرف قیامت پر ہے کہ ان کے پاس اچانک آجائے تو طے ہے اس کے اشراط علامتیں آچکی ہیں۔ پھر کیا ہوگا ان کا جب ان کی یاددہانی آجائے گی۔

رب کریم نے قیامت کی آمد کے سوال پر ٹکے رہنے والوں کو خطاب کیا کہ کیوں قیامت کی آمد کے مسئلے پر مرے جارہے ہو تمہارے پاس کچھ تو ہے نہیں اگر قیامت آجائے گی تو جائے فرار نہیں ہوگی اچانک اس کی آمد پر کروگے کیا۔اس کی آمد طے ہے۔اس کی آمد کے علم سے کیا ملے گا کچھ نہیں۔اس کی آمد ہی ان کے لئے ایک خوفناک مسئلہ ہے۔رب کریم نے انھیں نصیحت کی کہ اگر کچھ بننے کا شوق ہے آخرت کی کامیابی چاہتے ہو اشراط الساعۃ موجود ہیں قیامت کی آمد کا پتہ

دینے والی علامتیں تمہارے سامنے ہیں۔ان کو ہی سمجھ جاؤ اور تیاری کرلو قیامت کی بات بعد میں ہو، پہلے علامات قرب قیامت پر ترکیز کرو۔ جوان کو سمجھ لے گئے مان لیا جان لیا، تیاری کرلی تو قیامت کی آمد کا سوال بھی بنتا ہے اور افادیت طے بھی ہے ورنہ یوں بے سروسامانی کے حالات میں اس کی آمد تمہارے لئے چند در چند دردناک ہوگی۔

قیامت کی آمد کے وقت کی تعیین ہو ممکن نہیں یہ انسانی میٹر نہیں ہے نہ اتنے عظیم حادثے کی آمد کی تعیین اس کے مفاد میں ہے نہ اس کی صلاحیت ایسی ہے کہ اس کے وقوع کے متعین وقت کی ہیبت کو سہار سکے۔ قیامت سے پہلے بڑی بڑی قیامتیں اس کے اوپر اس دنیا میں بیت جائیں گی اور بنی نوع بشر اور دوسری مخلوقات مدہوش اور بے ہوش ہونے لگیں گی۔

انسان کے سدھرنے سنورنے بننے کے لئے قرب قیامت کی علامتیں ہی بہت کافی ہیں، قیامت کے متعلق اس کے قریب ہونے کی علامتیں اور خبریں ہی انسان کے لئے کافی ہیں۔اور قربت قیامت کا انسان کو خاص کر مسلمانوں کو طویل وقفہ ملا تاکہ علم ومعرفت فہم شریعت اتقاء وصداقت کی اس کے لئے راہیں کھلیں۔اسے دارین کی سرخروئی اور کامیابی ملے۔

رسول اگرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت ہے اس سے آخری نبی اور آخری امت کا قضیہ بھی طے ہوتا ہے۔اور آخری شریعت کی حیثیت سارے اقوام وملل کی معتبریت اور مرفوضیت بھی طے ہوتی ہے۔سارے عقائد اعمال کی برہانیت اور حجیت بھی طے ہوجاتی ہے۔ چند نصوص اس سلسلے میں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُون (الانبیاء:۱)

لوگوں کا حساب قریب آچکا ہے اور لوگ ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

انهم يرونه بعيدا ونراه قريبا (المعارف:٦-٧) وہ یوم قیامت کو دور دیکھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں۔

رسول پاک نے فرمایا:

بعثت انا والساعة كهاتين ويشير بأصبعيه فيمدهما (بخاری۶۵۰۳مسلم ۲۹۵)

میں بھیجا گیا ہوں، میں اور قیامت ان دو کی طرح ہیں اور آپ اپنی دوانگلیوں کی طرف

اشارہ کرتے اور انھیں پھیلا دیتے۔

بعثت فی نسیم الساعۃ (صحیحۃ ۸۰۸)

میں قرب قیامت کی نشانیوں کی ابتدا میں بھیجا گیا ہوں۔

انما اجلکم فی اجل من خلا من الأمم. ما بین صلاۃ العصر ومغرب الشمس (بخاری:۳۴۵۹) گذشتہ امتیوں کی عمر کے مقابلے میں تمہاری عمر صلاۃ عصر وغروب شمس کے درمیان کا وقفہ ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کنا جلوسا عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والشمس علی قعیقعان بعدالعصر فقال ما اعمارکم فی أعمار من مضی الا کما بقی من النھار وفیما مضی منہ (احمد:۵۹۶٦)

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور سورج عصر بعد قعیقعان پہاڑ پر تھا آپ نے فرمایا گذشتہ امتوں کی عمروں کے مقابلے میں تمہاری عمریں ایسی ہیں جیسے دن کا جو حصہ باقی رہ گیا اور دن کا جو حصہ گذر گیا۔

رسول پاک کی امت کا وقفہ حیات دوسری امتوں کے مقابلے میں آخری ہے۔ جیسے پورا دن گذر جائے اور عصر کے بعد مغرب تک کا دن کا حصہ باقی رہ جائے۔ عصر کے پہلے پورا دن دوسری امتوں کا اور عصر سے مغرب تک کا وقفہ امت محمدیہ کا۔

تمام امتوں اور امت محمدیہ کے وقفہ حیات کی یہی نسبت ہے۔ ان آحادیث سے یہی بتلانا مقصود ہے کہ بعثت خاتم النبیین اور خاتم الامم کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ کوئی امت ہے۔ بعثت رسول سے وقت قیامت کا وقفہ قرب قیامت کا وقفہ ہے اور ان کے بیچ اشراط الساعۃ ہیں۔ نہ قیامت کی آمد کے وقت کی تعیین ہے۔ نہ اشراط الساعۃ کے وقت کی تعیین ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

معتبر کام، معتبر شخصیت

اسلامی تعلیم ہے کہ انسان کوئی بھی کام کرے۔ کام بھی معتبر ہو اور شخصیت بھی معتبر ہو۔ کام معتبر نہ ہو اور شخصیت معتبر ہو تب بھی درست نہیں، اور کام معتبر ہو شخصیت معتبر نہ ہو تب بھی درست نہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِين (التوبہ:۱۱۹)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

آیت میں معتبر شخصیت کے لئے ایمان لانے کے بعد دو چیزوں کو مطلوب قرار دیا گیا ہے۔ تقوی اور صدق۔ متقی بنو اور سچے بن کر سچوں کا ساتھ دو۔

آیت میں چار امور کا ذکر ہے۔ ایمان، تقوی، صدق، عملی دنیا میں سچے لوگوں کا تعاون کرنا، تائید کرنا۔

یہی ایک آیت ایک مسلمان کے سارے کاموں کی گائیڈ لائن اور رہنما اصول ہے۔ ایمان کیا ہے، تقوی کسے کہتے ہیں صدق کیا ہے۔ متقی اور صدیق کون ہے؟ قرآن وسنت کے نصوص ان کی تفصیلات میں بھرے پڑے ہیں۔ توضیح مطلب کے لئے چند آیات پڑھ لیں۔ سورۃ البقرہ کی چار آیات متقی کی پہچان بتاتی ہیں۔

ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (2)الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (3)والَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (4)أُوْلَـئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (5)(البقرہ:۲۔۵)

یہ عظیم کتاب ہے اس میں ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔ جو ان دیکھے یا ان دیکھے میں ایمان رکھتے ہیں۔ صلاۃ قائم کرتے ہیں اور ہم نے انھیں جو روزی عطا کی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ تمہارے پاس جو کتاب بھیجی گی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان پر بھی جو تم سے پہلے بھیجی گئی ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ اپنے رب کی دی ہوئی ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔

ان آیات میں ان لوگوں کو متقی کہا گیا ہے جو(۱) غیب پر ایمان رکھتے ہیں (۲) صلاۃ قائم کرتے ہیں (۳) اپنا مال دین کے لئے خرچ کرتے ہیں (۴) کتب الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں (۵) اورآخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ پھران کی عاقبت کی وضاحت ہوئی۔انھیں کورب کائنات کی ہدایت ملی ہےاور یہی کامیاب لوگ ہیں۔

متقی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کون لوگ ہیں۔ درجنوں آیات میں ان کا ذکر ہے۔تقویٰ کی تعریف ہے’’اتخذ وقاية من عذاب الله بفعلا و امره واجتناب نواهيه ‘‘اللہ کے اوامر کی بجا آوری، اوراس کے نواہی سے دوری کو اللہ کے عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ بنانا تقوی ہے۔تقویٰ کا کل خلاصہ یہی ہے۔احکام الٰہی کی بجا آوری اوراللہ کے نواہی سے اجتناب کوتقویٰ سے جوڑا گیاہے۔ بر کے ساتھ اسے جوڑا گیاہے۔ارشاد ہے:وتعاونوا على البر والتقوى (المائدہ:۲)اورکبھی تقوی کا ذکرتنہا آتاہے۔ارشادہے(انما يتقبل الله من المتقين)(المائدہ:۲۷)اللہ صرف متقیوں کی نیکیاں قبول فرماتا ہے۔ان کےانجام دیئے دینی اعمال کوقبول فرماتاہے۔ برتمام اعمال خیر کو کہتے ہیں۔ جب براورتقوی کا ساتھ ہوتو بر کا مطلب ہوگا تمام اعمال خیر کی بجا آوری اورتقوی کا مطلب ہوگا تمام شر سےاجتناب اور دوری اورتقویٰ تنہا مذکورتواس کا مطلب ہوگا کل دین۔اورایمانیات کےساتھ ذکر ہوگا تو مطلب ہوگا ان تمام اعمال وعقائد میں کامل ہونا اوران کوعلمی وعملی طور پر مطلوب شکل میں مان لینا بجالانا۔تقوی کے تین مدارج ہیں۔

(۱)ممنوعات کوترک کردینااورممنوعات کےقریب مباحات کوبھی ترک کردینا۔اس آیت کاتعلق اسی تقوی سے ہے۔

انما يتقبل الله من المتقين جولوگ برائیوں سےدوررہتے ہیں اللہ ان کی نیکیوں کو قبول فرماتاہے۔

(۲)خیر کی انجام دہی بھی اورشر سے اجتناب بھی ہو۔اس آیت کاتعلق اس تقوی سے ہے۔ وسيق الذين اتقوا الى الجنة زمرا (الزمر:۷۳)

جن لوگوں نےتقوی اختیار کیاانھیں گروہ کی شکل میں جنت میں لے جایاجائے گا۔

(۳) تقویٰ کا تیسرا درجہ ہے۔اللہ کے سوا ہر شئے سے دوری بنالینا۔خواہش نفس، دھن

دولت ،دوست احباب، جائداد منصب ، سامان راحت وآرائش کسی سے مطلب نہیں۔ یہ اعلیٰ درجے کا تقوی ہے۔اس تقویٰ کا ذکران آیات میں ہے۔

وَأَنـذِرْ بِـهِ الَّذِيْنَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُواْ إِلَى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلاَ شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (51)(الانعام:۵۱)

ان لوگوں کواس قرآن کے ذریعہ خبردار کروجواس بات سے ڈرتے ہیں کہ انھیں ان کے رب کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا۔اس کے لئے ان کا نہ کوئی آقا ہے نہ سفارشی تاکہ وہ متقی بن جائیں۔

اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ(آل عمران:۱۰۲)اللہ سے ڈروجیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْواهُمْ (محمد۱۷)

اور جولوگ ہدایت یاب ہیں اللہ نے ان کو ہدایت میں بڑھادیا ہےاوران کوان کا صلہ تقوی عطا کردیا ہے۔

ایک مؤمن کے تقوی کے یہ درجات ہیں۔ روز مرہ زندگی میں اس کا یہی وطیرہ ہونا چاہیے۔متقی انسان دنیا میں سب سے زیادہ معتبر اور معیاری انسان ہوتا ہے وہ خیر کے سارے درجات حاصل کرلیتا ہےاوراس کا تقویٰ ہی اس کا معیار حیات ہوتا ہےاور وہی معتبر اور معیار عمل ہوتا ہے۔تقوی کے اندر دوروبہ عمل ہوتا ہےاوراس سے اوپر فدائیت کی بات ہوتی ہے۔تقوی کے پہلے درجہ میں ہے ممنوعات سے دور رہنا حتی کہ ممنوعات سے قریب لے جانے والے مباحات سے بھی دوررہنا۔اورتقویٰ کے دوسرے درجے میں خیر کو بجالانا اور شر سے بچنا کہ انسان جنت کا مستحق ٹھہر جائے اورتیسرے درجے میں تعلق باللہ کی ایسی مضبوطی کہ اس راہ میں سب کچھ تیاگ دینے کی شجاعت اور صلاحیت پیدا ہوجائے۔ایسی صورت میں انسان کواللہ تعالیٰ کی طرف سےتقویٰ کی فراوانی ملتی ہےاور ہدایت میں اضافہ دراضافہ ہوتا ہے۔معیار زندگی معتبر زندگی اور معیاری شخص اور معتبر شخص۔

اعتباراور معیار کی دوسری بات تھی صداقت اور صادقین کی۔ارشاد ہے۔

إِنَّـمَـا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ أُوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحجرات:۱۵)

مؤمن وہ ہیں جواللہ اوراس کے رسول پرایمان لائے، پھرشک نہیں کیا،اوراللہ کی راہ میں

اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا یہی سچے لوگ ہیں۔

شورہ الحشر میں ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُون (الحشر:۸)

ان فقراء کے لئے جو اپنے گھروں اور اپنی جائداد سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور رضا کے متلاشی رہتے ہیں یہی سچے لوگ ہیں۔

صدق، صداقت، صادقین اور صدیقین میں معتبر دینی زندگی بھی آجاتی ہے اور معتبر ومعیاری مومن شخص بھی آجاتا ہے۔

سچائی کلمہ کی ہوتی ہے ایمان عقیدے کی ہوتی ہے۔قول وقرار کی ہوتی ہے۔عمل اور اخلاق کی ہوتی ہے اور صداقت اتنی اعلیٰ ہوتی ہے کہ اس کے اعلیٰ معیار تک پہنچنے کے لئے جان مال کی قربانی دینے کے لئے پورے جذبہ محبت کے ساتھ تیار رہنا پڑتا ہے۔ساری بشری صلاحیت اور ساری بشری حصول یابیاں رضائے الٰہی اور فضل الٰہی کے حصول کے لئے قربان ہوجاتی ہیں اور ان کو قربان کرنا پڑتا ہے۔درجہ صداقت کو حاصل کرنے کے لئے، ترک وطن، ترک دار، ترک نفس اور ترک مال کرنا پڑتا ہے، تب صداقت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صادق کا لقب ملتا ہے۔ایسی صداقت اور صادقین کے لئے انجام اور ثمرات بھی طے ہوجاتے ہیں۔ارشاد ہے۔

قَالَ اللّهُ هَذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِىْ مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً رَّضِىَ اللّهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم (المائدہ:۱۱۹)

اللہ نے فرمایا آج سچوں کی سچائی ان کے لئے کارآمد ہوگی۔ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہی عظیم کامیابی ہے۔

یہ ہے ایک معتبر اور معیاری دینی عمل اور معتبر اور معیاری مسلمان کا نقشہ۔اس وقت نہ معیار عمل ہے نہ معیار شخص ہے۔نہ ان کی پرواہ ہے۔اس مطلوب دائرۂ عمل اور مطلوب معیار شخصیت سے باہر سارے کام ہوتے ہیں۔اور سب اس میں جٹے ہوئے ہیں۔ایک فیصد بھی آج نہ عمل کی

معتبریت ہے نہ عامل کی۔صدق سچائی تقوی صادقین متقین کسی کا کوئی ذکر ہی نہیں ایسا لگتا ہے جیسے اسی اساسی دینی تعلیمات کی کسی کو خبر ہی نہیں ہے۔نتیجہ بھی سامنے ہے کہیں کسی عمل کے اثرات نظر ہی نہیں آتے۔ بلکہ نفاق شقاق عداوت رنجش جبر ستم فسق وفجور کا لوٹ کھسوٹ کا سبب بن جاتے ہیں۔سچائی اورتقوی کا دور دور تک پتہ نہیں چلتا ہے۔لوگ دین کو کنارے لگائے ہوئے ہیں۔دین سے بے تعلقی اور مادیت میں اتنا غلو ہے جیسے دین کے ہی منکر بن بیٹھے ہوں۔سارے کاموں میں شہرت، دولت اور منصب ہی مطلوب بن کر رہ گیا ہے۔اخلاص اورقربانی کا دور دور تک پتہ نہیں۔ہر چیز میں ''ترک'' کے بجائے کسب کسب۔فکر وخیال نیت اور ارادوں میں اتنا بکھراؤ اور نفس پرستی ہے کہ سارے اعمال وجہود پر کہیں بھی کامیابی کی چھاپ نظر نہیں آتی۔بلکہ مجہودات دینیہ کا معیار اتنا گر گیا ہے کہ ان کے اندر نفس پرستی،فساد،خیانت دکھاوا اور کبر وعلو کے سوا کچھ رہتا ہی نہیں۔ایسا لگتا ہے جیسے ان کے اندر منفی جذبات اور کردار کی آندھی آئی ہوئی ہے۔اور دین وملت کی ہر شے اورلوگ لوٹ کا مال بن گئے ہیں۔اکثر اعمال کا نتیجہ وبال اور فساد کی صورت میں نکلتا ہے۔ایسے لگتا ہے جیسے سارے فساد زدہ نکل پڑے ہیں دین وملت کا کام انجام دینے اور انھیں اپنے متعلق پتہ ہے نہ اپنے عمل کے متعلق،نہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا خیال ہے۔

یہی حال رجال کار کی معتبریت اور معیار کا ہے۔جس کو دیکھو۔جسم پر (سمن) ہے۔نہ کوئی جواب دہی ہے نہ ذمہ داری ہے۔لگے ہوئے ہیں کہاں سے لوٹو کہاں سے کھاؤ اور پھر غراؤ۔نہ دین ہے نہ صالحیت ہے نہ امانت ہے نہ علم وفہم ہے۔زبردستی خلق الٰہی پر ہتھکنڈوں کے ذریعے مسلط ہیں۔حیرت ہوتی ہے دگرگونی حالات پر اور لوگوں کی ذہنیت پر کہ کرمنل،لوطی،زانی،مجرم، ٹھگ،ڈھونگی جاہل،گویے،خائن اور ڈاکو سب ملت کا امام بنے ہوئے ہیں اور سب علماءعوام بغیر کسی امتیاز اور پیشانی پر بل پڑے انھیں ڈھونڈتے ہیں جبکہ یہ سب دینی نقطہ نظر سے ربش ہیں ڈمپ کئے جانے کے لائق ہیں۔ان مجرموں کو پال کر آپ کتنا دین کی خدمت کر سکتے ہیں۔یہی مجرم دعوت اور تعلیم کے میدان میں نئے نئے جال بھی لاتے ہیں اور لوگوں کو شکار بھی کرتے رہتے ہیں اور ائمہ وقت بھی بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ان سب کے بہت سے ایسے کام ہیں جو ملعون ہیں اور یہ خود لعنت زدہ ہیں لیکن پھر بھی امام دعوت،امام تعلیم اور امام دین۔اور بہت سے سفید پوش،معتبر مانے جانے والے جو طبعا ایسے مجرموں کو پسند نہیں کرتے پھر بھی توہماتی فساد زدہ مصالح

اور مفادات کے کانٹوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ مجرموں کا ساتھ دیتے ہیں اوران کے سارے اعمال کو پروموٹ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی فساداور نفاق کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اسلام کا معیار ہے کہ ذرے ذرے کا حساب ہواور رائی کے برابر بھی حق وباطل کے درمیان امتیاز کو ختم نہ کیا جائے۔ لیکن ایسا لگتا ہے دینی عمل اور دینی عامل کے سارے شروط وقیود معایر اور معتبریت ختم ہیں۔ ہر ایک نے اباحیت کی راہ پکڑ لی ہے اور طے کرلیا ہے کہ چورا چکے ٹھگ اور ڈاکو منافق اور مرائی خائن اور مجرم ہی اب دین اور ملت کی قیادت کریں گے اوران کی رہنمائی کا کام بھی یہی لوگ کریں گے۔ ان مجرموں نے اپنے جرائم چھپانے کے لئے عجب ذہنیت بنالی ہے۔ سالہا سال کے خائن اور ملت کے مجرم یہ طے کر چکے ہیں کہ وہ بااخلاق بننے کا مظاہرہ کریں گے نرم رویے کی بات کریں گے۔ تقوی کا مظاہرہ کریں گے، ادعا واستحقاق کی گنددلوں میں پالیں گے عذر ومعذرت اور مفادات کا طوفان برپا کریں گے۔ کہیں اونچی، ٹوپیوں، اونچی توندوں اور ریش اطول سے کام چلائیں گے۔ کہیں چندے اور جتھے کا رعب ڈالیں گے۔ کہیں رونا دھونا لگا کر گریہ مسکین بنیں گے کہیں خدام دین وملت ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ اباحیت پسندوں کا ٹولہ ہر فاسق فاجر کی تائید کرنے کے لئے بے تاب رہتا ہے۔ تماشائیوں کا ٹولہ باہم تصادم کرانے کے لئے تیار رہتا ہے۔ مسکین متقی لوگ ہر ایک پر دین کا ٹھپہ لگانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ عیاروں کی صحت پر کچھ فرق نہیں پڑتا ہے ان کی موٹی چربی ہے یہ دوسروں کے قول ونقد سے بے نیاز رہتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا طبقہ سمجھ داروں کا حیران رہتا ہے اور کچھ پھوہڑ ایسے بگڑے ماحول میں منہج کا ترازو لگا کر تولنا شروع کرتے ہیں اور منہج کو رسوا کرتے ہیں۔ جب حمام میں سب ننگے ہیں کسی کا کوئی کل سیدھا نہیں ہے پھر کون منہجی؟ منہج کو سمجھو اور سمجھاؤ یہی کافی ہے۔ روزانہ تصرفات میں منہج کا ترازو اٹھانے والے خود پٹری سے اترتے رہتے ہیں۔ اور جس ملک میں ہم ہیں کے فیصد منہج کے مطابق زندگی گذر سکتی ہے۔ ہاں یہ ضرور کلیر ہو کہ دعوت دین منہج کے مطابق ہو اور دعوت دین کرنے والے علماء منہج کے مطابق دعوت وتبلیغ کریں، لیکن کہاں ہو رہا ہے۔ سب سے زیادہ افراتفری تو اسی وقت اس فیلڈ میں ہے۔ اس فیلڈ میں زانی لوطی، مجرم ٹھگ ترنم ساز نغمہ باز بہروپیے، راتیں بیچنے والے سب موجود ہیں اور ادارے ان کرائے کے ٹٹوؤں کو بھی آگے بڑھاتے ہیں۔ پبلک کو کھینچنے اور چندہ کی وصولی کو بڑھانے کے لئے ان کا شاہی استقبال

ہوتا ہے۔انھیں وی آئی پی سروس دی جاتی ہے۔عوام ان پر فدا ہو رہی ہے کہاں کا منہج ، کس کا منہج ، صرف دماغوں کی کھجلی۔

کاموں کو معتبر ومعیاری بنانا اور رجال کار کا معتبر ومعیاری ہونا دین کی شرط اولین ہے اور اس کا محور تقوی وصداقت ہے۔اور یہی اصل منہج ہے۔

حیرت اس پر ہوتی ہے کہ جو جہاں بھی کسی طرح ہتھکنڈوں کے ذریعہ پبلک پر مسلط ہوجائے بس اس کو امام مان لیا جاتا ہے۔خیانت ، جرائم ، جبر ،شوخی ،موامرت ، گانے بجانے ، اترانے فساد پھیلانے ، قصہ کہانی سنانے ، دعوی داری کرنے کے ذریعہ ، یا ٹھگی ڈھونگ اور بے شرمی کے ذریعہ امام منوالینا اور مسلط ہوجانا سب سے بڑی صلاحیت ہے۔

ایسے لوگوں کی ساری بھاگ دوڑ صرف فساد پھیلاسکتی ہے اصلاح اور نیکی سے انھیں کیا مطلب؟ دن دھاڑے رات دن جو منصب اور مال میں خیانت کرتے ہیں اور زمانے سے اور ملک گیر صوبہ گیر پیمانے پر وہ ہر دم سجدے میں پڑے رہیں پھر بھی ان سے شر اور بدبو ہی پھیل سکتی ہے اور وہ مسلسل شر اور بدبو پھیلاتے ہیں۔اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ بھی ان کے جرائم میں شریک مانے جائیں گے۔

عجیب المیہ ہے لوگوں کے قلوب واذہان اتنا ملوث ہو چکے ہیں کہ اعتبار ومعیار نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ نیک دین پسند شریف اور صالح بھی سماج میں جڑ پکڑے ریت اور بنے ہوئے رجحان کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔اس سے باہر نکلنا ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ایک اصول پسند اعتبار ومعیار کا پابند بسا اوقات خود کو تنہا محسوس کرتا ہے اور اسے یہ اندیشہ ستانے لگتا ہے کہ کہیں وہی تو غلط نہیں ہے۔

اسلاف کے یہاں اگر کسی کے پاس آج کے رواں دواں ۔سو کالڈ۔خدام دین کے اندر موجود انحرافات کا لاکھواں جز ہوتا تو اس کے شہادت قبول نہ ہوتی وہ مسترد ہوتا۔جرح وتعدیل کے باب میں فاسق وفاجر قرار پاتا۔اسے امامت ،موذن کا درجہ نہ ملتا بلکہ دینی اداروں میں اسے صفائی ملازم کی جگہ بھی نہ ملتی۔ بے حسی کا یہ عالم ہے کہ نیک لوگ بھی ٹھگوں خائنوں اخلاقی مالی مجرموں اور خبثاء سے بھی تعامل کرنے میں ذرا نہیں جھجھکتے۔مثال کے طور پر بڑے بڑے جرائم کے مرتکبین کو دیکھ لیں تنظیمی اماموں مجرموں کو دیکھ لیں خیانت کا بازار گرم ہے جھوٹ مکر فریب قبضہ

گردی کا روز تماشا ہوتا ہے ۔ نااہلی، آئین ودستور کی پامالی کے مرتکب، دھوکے باز غدار، تعلیم وتربیت کو معطل بنانے والے، خبث باطن کے شکار نفاق زدہ سب کچھ اور سب کچھ معلوم لیکن مجرموں کو اچھوت بنانے کے بجائے، ان کے مؤیدوں، ثنا خوانوں بھڑوہ گیری کرنے والوں کا تانتا لگا رہتا ہے اور ایسے بھی احمق ہوتے ہیں جو دن دہاڑے دو دو عقد پر مشتمل وقفے کی ڈکیتی کے بہتری کی بات کرتے ہیں اور دفاع میں کھڑے ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں ایسے حمقاء کی جنت میں رہنے والے اپنے دین ایمان اور عقل وشعور کو کہاں گروی رکھ دیتے ہیں۔

وقت کے سب سے بڑے ٹھگ ڈاکٹر نائک کو اور اس کے مریدوں کو دیکھ لیں۔ اس کی خارجیت کے دیوانے ہیں۔ کتنے دین کو کمانے اور کمانے کے لئے سیکولر عنوان کو دینی امور بنانے والے جھوٹ بولنے والے اس مجرم کے نقش قدم پر چلنے والے سیکولر ملا پیدا ہو گئے ہیں۔ تعلیم ودعوت کے نام پر ٹھگی کرتے پھرتے ہیں۔ سیکولر تعلیم اور نام اسلامک مشن، تزکیہ، تربیہ؛ ایسے بدماغوں اور ٹھگوں کو بھی سماج میں پذیرائی ملتی ہے۔ ان کی ٹھگی کو بھی دین کا عنوان مل جاتا ہے اور ایسے لوگوں کا اعتبار اور ان کو قابلیت کی سند سڑک چھاپ لوگ دیتے ہیں۔

ہیرا بائی کے دیئے زخم سے خون رس رہا ہے اور اس کے دلال دھرتی کے بوجھ اور ملعون لوگ بے شرمی کے ساتھ تقریر کرتے پھرتے ہیں۔ اگر ضمیر ہو تو انھیں زمین میں گڑ جانا چاہیے۔ ہزاروں کروڑ کا قوم کو چونا لگانے والے مجرموں کو بے شرم اور جاہل لوگ داعی بنائے ہوئے ہیں۔ لگتا ہے لوگوں نے دین کو تماشا بنا لیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر ان مجرموں کو عذاب بنا کر مسلط کر دیا ہے۔

کہاں ہے سوجھ بوجھ، روشن ضمیری، امانت داری، تقوی، طہارت۔ ایسا ماحول کہ دین کے نام پر دنیا کے اسفل ترین مجرموں کو سیادت ملے کس خیر برکت کی امید لگائی جاسکتی ہے۔ جو اجتماعی انفرادی، ادارہ جاتی، دعوتی تعلیمی، رفاہی کام معتبریت سے اور معتبر لوگوں کے ذریعے انجام پاتے ہیں۔ وہ بھی خیر کے ٹائیٹل ہیں اور بس۔ پامال ہیں۔ خبث باطن، خیانت لالچ، فسق وفجور، جوروستم کے ذریعہ سراو جہرا۔ ان سب متنوع کاموں کا واحد مقصد دنیا داری بن چکی ہے۔ دینی اصولوں کے مطابق آج شاذونادر ہی میدان عمل میں کسی کا دامن صاف ہوگا۔ کسی بھی کار خیر کی قبولیت کے لئے ادنی شرائط پورے نہیں ہوتے ہیں۔ نیک اعمال غائب۔ بے عملی عام۔ یہی گناہ

کیا کم تھا۔ اوپر سے سارے شروراعمال خیر کی جگہ لے چکے ہیں۔ ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ دینی اجتماعیت شرافت امانت کو پامال کرنے والے حرام کھانے لوٹ مچانے والے خودکودھڑلے سے متبوع ومطاع بھی بنالیتے ہیں۔ شرافت شریف اعتبار ومعتبریت، معیار ومسئولیت اوران سے وابستہ لوگ نامنظور۔ بگڑے ماحول کا ماتم کب تک ہواور کون کرے۔

ولاء براءتوحید کی روح ہے لیکن اس کا زرہ برابر دھیان نہیں رکھا جاتا ہے بلکہ تیز اور چالاک وہ مانا جاتا ہے جو سارے اقدار کو پامال کردے اور مفادات مادیہ کا دیوانہ بن کر روڈ مین بن جائے۔ ایک دین دار بھی خائنوں کا طواف کرتا پھرتا ہے اگر اس سے فائدہ مل رہا ہو جب کہ حالت یہ ہے کہ اگر نفاذ شریعت کا دور ہوتا تو سارے مجرمین جیل جاتے اور کوڑے کھاتے۔ ان مجرمین کے نیک اعمال بھی ناقابل اعتبار اور بے ثمر۔ ان کی ذات سے صرف شر پھیلتا ہے اور معصیت کا وہ کون سا کام ہے جو آج دعوت وتعلیم اور کارخیر کارکنوں کے دردازوں پر دستک نہیں دیتا۔ آج کے دین کے چمپین لوگوں کی کہانی سب سے زیادہ دردناک ہے کرپشن، گروہی عصبیت نفرت کذب غرور اکڑ کی ان سے تبلیغ ہوتی ہے۔ اس میں ان کی خواہش اور عدم خواہش سب کچھ خود کار طور پر چلتا ہے۔ صرف مالی خائن اتنا بڑا مجرم بن جاتا ہے کہ وہی خود کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ عجیب دورانحطاط ہے جس کو دیکھو باطل کا جنبہ دار بنا گھومتا ہے اور بہت سے ایسے گھاگ مولوی بھی ہیں جو جرائم اور مجرموں کے کسی بھی گھاٹ پر نہانے کو تیار رہتے ہیں۔ ایک بہت اہم بات ہے۔ جب تعلیم دینی حاصل کرنے والے بگڑ جائیں ان کے اندر اباحیت پسندی حلول کرجائے تو اللہ ایسے لوگوں سے دینی بصیرت چھین لیتا ہے اور وہ دل کے اندھے رہ جاتے ہیں لفظیات اور زبان وبیان کا امام ہوکر بھی وہ راہ راست نہیں پاتا اس کی نگاہ بصیرت چھن جاتی ہے۔ اس کا محور حیات فقط اس کے وسوسے اور ہوس نفس بن جاتے ہیں۔ لوگوں نے روزمرہ عملی وفکری زندگی میں جیسے اسلام کو تیاگ دیا ہے اسی لئے انھیں کچھ سجھائی دیتا ہی نہیں۔

اگر نگاہ بصیرت اور دینی سوجھ بوجھ سے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہی نظر آئے گا کہ کسی کا بھرم نہیں بچا ہے سب اخلاق کردار صداقت اور تقوی سے عاری ہو چکے ہیں۔ لیکن اسے ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ صرف دلیری ڈھٹائی، چرب زبانی سباب وفسوق اور عصیان۔ اور اگر امامان جرائم پسند کرتا ہے کہ خیانتوں پر کنڈلی مارے بیٹھا رہے فقط حرام سے انجوائے کرتا رہے تو کچھ

سگان دنیا پال لیتا ہے اور انھیں ہڈیاں دیتا رہتا ہے تا کہ وہ اس کے مخالفین پر بھونکتے رہیں اور وہ چین سے دین وانسانیت کا خون چوستا رہے۔

صدق وامانت اور حق وہدایت کا شعور آنے کے بجائے چنڈالی اور چنڈالوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے بلکہ حق وہدایت صدق وامانت کو اجنبی بنا دیا گیا ہے۔ پوری جنریشن حداثت اور تجدد کی راہ پر گامزن ہے۔ ذاتی مصالح، مالی منافع کا اسیر ہو کر رہ گئی۔

اگر لوگوں کو توفیق ملے کہ کبھی اس موضوع پر غور کر لیں تو انھیں اندازہ ہوگا کہ معیار واعتبار کی زندگی کا ایک سچا لمحہ، خائنوں ٹھگوں، دین کے نام پر دنیا داری کرنے والوں کی پوری زندگی پر بھاری ہوسکتا ہے۔ اللہ کے یہاں راہ حق، منہاج اور صراط مستقیم پر چلنا اولین شرط قبولیت ہے۔ لوگوں کی ہوس رانیاں ہمالیہ پہاڑ کے برابر کام ڈالیں ان کی ذرہ برابر وقعت نہیں ہے۔ آج جس طرح ہر دینی کام میں دکھاوا شہرت ریاکاری بدخلقی بدعملی ظلم وستم خیانت اور عیاری کو داخل کر لیا گیا ہے وہ مسلمانوں کی زندگی کا سب سے بڑا روگ اور سب سے بڑا فساد ہے اور یہ فساد متنوع ڈھنگ سے عیاں ہے۔ فساد کی ایک مشہور شکل مال حرام میں گرفتار ہونا ہے خیانت کرنا ہے۔ فساد کی ایک شکل دین کو اباحیت کی طرف کھینچنا، تعقل پسندی کا مظاہرہ کرنا، فسق وفجور پر فخر کرنا بھی ہے اور لبرل بننے کی کوشش کرنا ہے اور سارے مبتدع تحریکی، صوفی قبوری رافضی کے لئے شکم میں درد اٹھنا بھی ہے۔ سارے سیکولر قومی جمہوری رویوں نظریوں کو ایک نظریے سے دیکھنا اور سب کو قبولیت کا درجہ دینا بھی ہے معتبر کام اور معتبر شخصیت کے بجائے فاسق فاجر مکار خائن، جھوٹے ٹھگ، متکبر ملحد اور اباحیت پسند کو عزت وتکریم سے نوازنا۔ اور ان کے رویوں اور کاموں کو اہمیت دینا دین اور دین داروں سے دشمنی کرنے کے برابر ہے۔ اسلام میں ذرے ذرے کا حساب ہے۔ قاعدہ ہے ''من وقر صاحب بدعة فقد ہدم الدین'' یہی قاعدہ تمام شر اور اشرار پر حسب درجہ لاگو ہوتا ہے اور میدان دعوت وتعلیم وتربیت میں خاص کر اور عام امور میں ضابطہ لاگو ہوگا۔ اگر اسلام اور امت مسلمہ سے متعلق سارے امور پر اعتبار ومعتبریت کا ضابطہ لاگو ہوگا۔ اگر اسے اعتقادی وعملی زندگی میں برتا نہ جائے گا تو صالح مفسد متقی اور فاسق نیک اور بدسب ایک ہو جائیں گے اور شر وخیر کا رشر وخیر بھی ایک ہو جائیں گے جو فساد کبیر کا سبب بنیں گے۔

آج کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ سارے معیار حق ختم کر دیئے گئے ہیں۔ بڑے سے

بڑے علماء کو یہاں ولاء و براء کے فریضہ اکبر کا شعور نہیں ہے۔خائن امانت دار سچا نیک، جھوٹا اور ٹھگ سب برابر۔ ولاء و براء امتیاز خیر وشر کا شعبہ کالعدم ہوگیا ہے۔کم از کم اس کا شعور ہی ہو، احساس ہی ہو، یہ بھی نہیں۔معیار سے گرے ہر طرف پھیلے ہیں جو مفادات کے مخلص بندے بن گئے ہیں ان کے نزدیک کمال یہی ہے کہ وہ انسان کی جگہ تتلی اور بھنورے بن گئے ہیں ہر پھول پر بیٹھنے اور رس چوسنے کا شوق رہ گیا ہے، آوارگی کا فن سیکھ لیا ہے۔ضمیر کی ادنی خلش کے بغیر ایسی تتلیاں اور بھنورے خود کو ایک باکمال ہنرمند مان کر ہر محفل کا رنگ اور ہر فاسق کا فرماڈل والے کی جوتی بن جاتے ہیں۔ ہمارے سماج کا بڑا المیہ ہے کہ ایسے بھڑ واگیری کرنے والے بے شرم اور بے عصمت ہر محفل میں جگہ بنا لیتے ہیں۔انھیں اپنی اس ذلیل سوچ اور رویے پر ادنی درجے کی جھجھک اور شرم نہیں ہوتی۔

عجب طرز زندگی سٹ اپ ہوگیا ہے مال سب سے بڑا معبود اور سب سے بڑی طاقت۔ ان کے آگے سارے اقدار، ساری شرافتیں قابلیتیں بے معنی زندگی میں اکادکا مل جاتے ہیں جو اس روح دینی ولاء براء کی معنویت کو سمجھتے ہیں اور حتی الامکان ان کو برتنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ورنہ حال یہی ہے۔الحب للہ والبغض للہ کے بجائے الحب للمال، والبغض لعدم المال اصول بن گیا ہے۔حیرت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب اعلیٰ ڈگریوں کے بدھوآج کے فساق خائنوں ٹھگون ڈھونگیوں کی دن دھاڑے ڈکیتی ٹھگی فسق وفجور اور خبث پر ''ہلا شفقت قلبہ'' کا قاعدہ لاگو کرتے ہیں۔ بدھوؤں کو یہ سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ قاعدہ اس وقت لاگو ہوتا ہے جب زیر بحث فرد کے حالات سے آگاہی نہ ہو۔اچانک ایسی صورت حال بن جائے کہ اس کے متعلق فیصلہ کرنا ہولیکن لوگوں کے ایسے حالات سب کو معلوم ہوں اور وہ ڈھڑلے سے ذنوب کبیرہ کا مرتکب ہوتا رہا ہو۔ روزمرہ ان کی غلط کاریاں باطل سرگرمیاں جاری ہوں ان کے فتنے عیاں ہوں ان کو قلم زد کرنا ہی پڑے گا تاکہ لوگ اس کے شر سے بچیں۔آج دعوت وتبلیغ کے امکانات اور اسباب بہت بڑھ گئے علماء کی تعداد بھی کافی ہے لیکن سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ کیوں؟ نااہلی خباثت بدنیتی بدکاری لالچ مکر جھوٹ خیانت نے اور ان کرتوتوں کے حاملین نے ہر شے کو گندا اور بدبودار بنادیا ہے اس لئے خیر کا پودا دلوں میں اور سماج میں لگتا ہی نہیں۔

☆☆☆

کہانی ایک سیمینار کی

علی گڈھ میں ۲۲-۲۳ رجنوری ۲۰۲۵ء کے دو ایام میں ایک سیمینار کا انعقاد ہوا۔ عنوان تھا۔
''مولانا عبدالحمید رحمانی - حیات وخدمات''

سیمینار کی ساری کاروائیوں کو دیکھنے سننے پڑھنے اور تجزیہ کرنے کے بعد اس کی جو تصویر بنتی ہے وہ انتہائی مکروہ ہے۔ کسی اچھے کام کے نتیجہ خیز ہونے کے لئے کئی امور کو دیکھنا پڑتا ہے۔ (۱) کام کیسا ہے۔ (۲) اس کے کارکن اور ذمہ دار کیسے ہیں (۳) طریقہ کار کیا ہوگا۔ (۴) اہداف کیا ہیں۔ اگر چار امور درست ہوں تو کام صحیح طرح انجام پائے گا اور نتیجہ خیز ہوگا۔

● پہلا پوائنٹ: سیمینار طے ہوا، عنوانات طے ہوئے۔ جو لوگ اس سیمینار کے روح رواں اور قائد تھے۔ دل سے پوچھیں کیا مولانا سے متعلق سیمینار ان کی ترجیحات میں ہوسکتا تھا یا اس کو ضروری سمجھتے تھے؟ کیا ان لوگوں کو پتہ تھا مولانا کے کاموں میں ان کی ترجیح کیا تھی؟ ان کی ترجیحی حیثیت داعی کی تھی، سماج ورکر کی تھی، اسلامی اسکالر کی تھی۔ تعلیم دین کی تھی وہ منہجی تھے غیر منہجی نہیں تھے۔ وہ دینی وعصری تعلیمات کے ایک آمیزہ کے تعلیمی دانشور تھے، خطیب اعظم تھے، سیاسی تھے۔ ان کی نمایاں دینی علمی قابلیت کیا تھی۔ ان کے تعلقات، علاقائی اور عالمی تنوع کے تھے۔ کیا سیمینار کے قائدین کو ان سب کا اندازہ تھا؟ اگر ان تمام موضوعات کا سچا شعور ان کو نہیں تھا اور ان تمام میں ان کی ترجیحات کو یا ان کی مجموعی امتیازی پوزیشن کو طے نہیں کر سکے تھے یا ان امور سے سیمیناریوں کو لگاؤ نہیں تھا سیمینار کے انعقاد کے پیچھے بس ''شیریں خواہشیں'' تھیں۔ جن کو بڑی وضاحت سے علی وجہ النہار سیمیناری آقا جانتے ہیں کہنے کی ضرورت نہیں۔ پھر سیمینار کے انعقاد کا مطلب؟

سیمینار کا جو موضوع تھا اگر سیمیناری آقا کو نہ اس سے لگاؤ تھا۔ نہ اس کے ساتھ اخلاص اور ہمدردی تھی پھر سیمینار کی معتبریت پر سوال اٹھے گا ہی۔ آقائے سیمینار خود ضمیر کا محاسبہ کریں اور اگر دل پر حقیقت پسندی اور حق شناسی کا کوئی لمحہ گزرے تو اس میں اس موضوع کو رکھیں اور غور کریں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر فرد کا یہ عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ذرے ذرے کا حساب ہے۔ اس کے نزدیک دنیا کھیل نہیں ہے نہ یہاں کے کاروبار کھیل ہیں ہر ایک کی جوابدہی ہے۔

موضوع گفتگواس ناچیے سے اگر ہو کہ کسی کو کسی سے ہمدردی نہیں ہے تو اپنی ''لیبارٹری'' میں لا دلانے اور کسی کے اندرون و بیرون سرگرمیوں کے چک کرنے کا اور اپنے opt میں اس کے چیر پھاڑ کرنے کا کیا مطلب ہے؟

یہ تو ہوئی اندرون کی بات۔ ضمیر اور بے ضمیری کی گفتگو۔ رہی یہ بات کہ اندرون کی بات کیا چھپی رہتی ہے اس پر حکم نہیں لگ سکتا ہے۔ حکم لگ سکتا ہے۔ انسان کے کرتوت قولی، عملی، شکل میں چلا کر کہتے ہیں اندرون میں کیا ہے۔ اور سیمیناری آقا کے ''عامیانہ'' اختتامی خطاب نے اندرون کا پول کھول دیا کہ ان کو بس شوق تھا ''شیریں خواہشات'' کے حصول کا۔

اس سیمینار اور ماورائے سیمینار، اس کے پس منظر اور پیش منظر کی جس کو خبر نہیں ان کے نزدیک تو یہ بڑی عظیم علمی خدمت شمار ہوگی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آقائے سیمینار ۲۸ رفروری کو ریٹائر ہو جائیں گے۔ اب ان کو یہ الجھن ستاتی ہے کہ رٹائرمنٹ کے بعد وہ کیا کریں گے ۔ساری سرگرمیاں معطل ہو جائیں گی۔ لہٰذا انھوں نے خواب بننا شروع کیا سب سے پہلے یہ کیا کہ مدارس کی اسناد تسلیم کرنے والے شعبہ میں داخلہ لیا اور ایک دورکنی وفد مرتب کر کے مہاراشٹر کے چار مدرسوں کا دور کرنے نکل پڑے۔ طویل دورہ، بھرمانے دھاک جمانے اور رجھانے کا پیری مریدی قسم کا دورہ۔ اس دورے کی شفافیت کتنی تھی، اداروں کی درخواست تھی کہ نہیں، تفتیش کرنے کے سارے ادارہ جاتی کرائیٹریا اور اس کے تقاضے پورے ہوئے یا نہیں۔ یہ سارے سوالات تھے۔ شفافیت کے تقاضے میں یہ سب آجاتے ہیں۔ لیکن سب سے تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اس دورکنی وفد نے خاص کر'' آقائے سیمینار'' نے اس دورے میں تحائف وصولنے اور مستقبل میں سرخرور، رہنے پر زیادہ زور دیا ہے۔ سرخرو کا مطلب تلقین تجیذ اور تشجیع اس پر کہ آپ لوگ سیمینار کریں اور انھیں آقا بنائیں ۔ دورہ کامیاب رہا۔ تحائف وصول ہوئے کہا جاتا ہے غریب مدارس نے اس وفد پر ڈھائی لاکھ سے زیادہ خرچ کیا۔ ایک مدرسے کے ذمے دار نے مجھے بتلایا کہ تنہا اس نے اس وفد پر ۸۴ ہزار روپئے خرچ کئے ہیں ۔آخر یہ کیا ہے؟ کیا امت اسلامیہ ہند کی نمائندہ یونیورسٹی کے ذمہ دار لوگوں کی یہی اخلاقیات ہیں؟ لمبی تنخواہ سہولیات اور کام کا بوجھ کچھ بھی نہیں اور یہ حرکتیں ۔عالم یہ ہے بچے ڈپارٹمنٹ حاضر ہوتے ہیں، پڑھانے والے ندارد چیمبرس اور درسگاہوں پر تالا لگا ہوتا ہے۔ دین کے متعلق لمبی لمبی چھوڑنے والوں کی

سطحیت اور اخلاقیات کا یہ عالم ہے۔ اخلاقیات ندارد، مو امرت مشغلہ۔ تو تو میں میں دلچسپ کام اور چلے ہیں امت کا احتساب کرنے۔ دینی ادارہ کیا؟ ایسا لگتا ہے ان نکموں نے اپنے اداروں کو گدھوں کا اصطبل بنا رکھا ہے۔

دورے میں سرخروئی کی ایک شکل ظاہر ہوئی۔ مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ سے نفرت اور ناپسندیدگی کے باوجود آقائے سیمینار نے مولویوں کو اپنے شیشے میں اتار لیا۔ یونیورسٹی میں منصب کو کیش کرانا اور مولویوں کو بے وقوف بنانا کوئی ان سے سیکھے۔ سیمینار طے ہو گیا۔ مجھے جب سیمینار کی اطلاع ملی تو حیرت ہوئی کہ مولانا کے نام سے چڑنے والے کب ان کے ہمدرد ہو گئے اور ان کے دل میں کب ان کے لئے احترام جاگ اٹھا۔ یہ ہوا پس منظر آقائے سیمینار کی مصلحت کوش سرگرمیوں کا انسان کی طبیعتیں بھی عجیب ہیں۔ جب عادت بگڑتی ہے تو سب کچھ ہونے کے باوجود وہ ادھر ادھر منہ ماری نہ کرلے اس کو چین نہیں آتا۔ اس میدان کے کھلاڑی کو سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس موقع پر میں اپنے اداروں سے کہوں گا بالکل واضح الفاظ میں کہ خچر نصاب تعلیم بند کر دیں۔ اس جال میں پھنس کر تعلیم و تربیت برباد نہ کریں۔ نہ مدارس کی ڈگریوں کو تسلیم کرنے والی جامعات کے پیچھے بھاگیں اور لپاڈگی کرنے والے کرپٹ ذمہ داروں کے جال میں پھنسیں، ۳ سالہ متوسطہ، تین سالہ عالمیت کا کورس رکھیں دو سالہ فضیلت کا۔ عالمیت کے بعد ایک سالہ دو سالہ حسب ضرورت برج کورس رکھیں۔ محنت سے جم کر ذہین بچوں کی آرٹ میتھ اور سائنس تینوں اسٹریم میں تیاری کرائیں پرائیویٹ امتحان دلوائیں اور اچھی یونیورسٹیوں اچھے اداروں اور اچھے کورسوں میں داخلہ کروائیں۔ جو خرچہ سیکولر کورسوں پر آتا ہے وہ خرچ برج کورس پر کریں۔ ڈائرکٹ ہو جائیں۔ ان ڈاکٹریٹ کیوں رہیں۔ اور جو بچے فضیلت کرنا چاہیں فضیلت کروائیں۔ خچر نصاب تعلیم سے بلاوجہ کا خرچہ، زکوۃ کا غلط مصرف اور تربیت کی تباہی اور بچوں کے اوقات کا ضیاع ہوتا ہے۔

● دوسرے اور تیسرے پوائنٹ پر آتے ہیں۔ خرچہ سنابل کا اور مالک وہ ادارہ جس کو نکموں نے اصطبل بنا دیا ہے۔ مالک آقائے سیمینار۔ اسی کو کہتے ہیں ''حلوائی کی دکان، دادا جی کی فاتحہ'' خرچہ سنابل کا اور بڑی احتیاط سے اس کا کہیں نام نہیں آنے دیا گیا۔ ایسی حالت میں تو شیئرنگ کا فارمولہ ہوتا ہے۔ کولابریشن چلتا ہے۔ لیکن ایک طرف ٹھگی اور دوسری طرف شتر

گربگی ۔ اور پھر شیسن وائز صدارت اور صدور۔ ایسا لگتا ہے جیسے لوٹ کے مال میں بٹوارہ ہورہا ہے۔ جبکہ علمی اعتبار سے موجود علماء کرام کی صلاحیت استاذی کی اور بیٹھے تھے سر جھکائے ان کے سامنے جن کا تعلق علم سے کم تکڑم بازی سے زیادہ رہتا ہے۔ سبحان اللہ! زندگی میں ٹھگی اور رسوائی کے ایسے حالات کم آتے ہیں۔ ہمارے مولویوں کی یہ حالت تھی۔ ''کلاہ دہقان بآفتاب رسید'' یونیورسٹی کے ایک شعبے میں جسے نکموں نے مصلحت ذاتی گروہ بندی اور چاک گریبانی کے سبب گدھوں کا اصطبل بنا رکھا ہے اس میں بیٹھنے کا موقع کیا ملا دل میں لڈو پھوٹنے لگے اور گویا کہ رہے ہوں واہ کیا شان ہیں آقائے سیمینار کے انھیں رفعت مل گئی۔ اور سنابل کے علماء کے سوا خصوصا ان مدارس کے علماء مدعو تھے جنھیں چند ماہ قبل آقائے سیمینار تقدس کا تپمہ دے کر آئے تھے۔ مرغزار فکر نے باغ آرزو لگانے میں کہیں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ ارباب سنابل کے لئے بس اتنی گنجائش رکھی گئی تھی کہ یس سر، نو سر۔

● یونیورسٹی میں سیمینار اور یونیورسٹی اسے اون نہیں کر رہی ہے۔ بالا بالا چند تکڑم بازوں کا یہ کارنامہ۔ سیمینار کی حیثیت داغ دار بنانے کے سوا یہ کیا ہے۔ کیا اس سے اس کی اہمیت نہیں گھٹی بلکہ بے سبب خرچہ کسی اور کا اور مکمل پکڑ کسی اور کی۔ ایک ادارے کے بینر تلے سیمینار پھر بھی یونیورسٹی اسے اون نہیں کر رہی۔ اگر یونیورسٹی اسے اون کرتی تو مشارکین اعزاز کے ساتھ اس کے معزز مہمان ہوتے۔ معیاری مشارکت ہوتی لاجنگ فوڈنگ اور دیگر وسائل یونیورسٹی کے ہوتے۔ سنا ہے کھانے کا پروگرام یونیورسٹی نے روک دیا تھا۔ رہائش اولڈ بوائز لاج میں رکھا گیا تھا۔ یہ کیسا سیمینار تھا کہ ہر شے مبہم۔ نہ سر کا پتہ نہ پیر کا۔ یہ محض شخصی ولولہ انگیزی سرخروئی اور کسب ذاتی کی بات تھی۔ کیا ایک معزز یونیورسٹی کے معزز اور ذمہ دار لوگوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ اپنی خواہشوں کی بارات سجائیں اور اپنی ہوس کا میلہ لگائیں اور گھیر گھار کر اپنے ''حظیرہ قدس'' میں لاکر معزز علماء کی بے عزتی کا سامان کریں۔ اور کوئی نرم خوئی کے بھیس میں جہالت کا مظاہرہ کرے اپنے کرتب اور جادوگری کے معیار پر معزز عالم کو پرکھے اور اپنی خراد پر اسے چڑھائے اور کوئی نیم خواندہ علماء پر غرائے۔ پہلے سے معلوم تھا کہ رحمانی رحمہ اللہ ان آقایان دین وشریعت کے معیار پر پورے نہیں اترتے ہیں تو پھر یہ میلا کیوں لگایا گیا۔ ''خود ساغر وخود کوزہ وخود گل کوزہ'' کیا ایک عظیم یونیورسٹی کے پروفیسروں کے لئے یہ مذبوحی حرکتیں درست ہیں۔ اگر ایسا ہی کرنا تھا تو آپ اپنے

گھروں پر یہ میلا لگا لیتے کیا ضرورت تھی ''حلوائی کی دکان نا نا جی کی فاتحہ'' کرنے کا۔اتنی ڈھٹائی ڈھونڈنے سے یہ مشکل ملے گی اور وہ مولوی جو رات دن منہجیت کا ترازو قائم لئے روز لوگوں کو تولتے ہیں یہاں ڈھیٹ لوگوں کی گود میں ایسے بیٹھے تھے جیسے بچوں کو زمانے بعد ماں کی گود مل گئی ہو۔سبحان اللہ! ایسے لوگوں کی گود جن کا کوئی منہج نہیں، جھوٹی شیخی اور اباحیت پسندی جن کی خصوصی پہچان ہے۔

● سب سے زیادہ دلچسپ آقائے سیمینار کا آخری خطاب تھا جسے میں نے فیس بک پر سنا۔ پوز نہایت چالاک بننے کا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے نہایت ٹھنڈے مزاج کا بینا تولنے میں گراہکوں کے ساتھ ڈنڈی ماری کر رہا ہے، اور اپنی باتوں سے لوگوں کو لبھا بھی رہا ہے۔ کچھ لوگ مایوس اور شاطروں کی باچھیں کھلی ہوئی ۔پوری تقریر علمی بے مائیگی عیاری، ڈھٹائی، ڈبل اسٹینڈرڈ کی شاہکار۔دل میں کچھ زبان پر کچھ ۔اور ایک سیمینار کے لئے شرط ینت رچنے کی ماہرانہ چال اور بے وقوفوں کو بے وقوف بنانے کا شاہکار۔

سب سے پہلے فکر اسلامی، فکر اسلامی کیا ہے؟ ایسی پگڑی جو قادیانی پر بھی فٹ بیٹھتی ہے مستشرق پر بھی، منکر حدیث پر بھی، ملحد پر بھی، شاعر پر بھی، افسانہ نگار پر بھی، اباحیت پسند پر بھی اور شعبدہ باز پر بھی، منافق پر بھی اور بدعتی پر بھی، رافضی پر بھی اور خارجی پر بھی، صوفی پر بھی اور وحدۃ الوجودی پر بھی، کیا عبدالحمید کو اپنے ''حظیرۃ قدس'' یا اصطبل میں اس لئے لے جایا گیا کہ ان کو اس فکر اسلامی کی پگڑی پہنائی جائے؟ ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ کہوں اس سے عبدالحمید کی روح قبر میں تڑپ رہی ہوگی۔ ہاں آقائے سیمینار سے اتنا ضرور کہوں گا کہ کاش فکر اسلامی کی یہ مجہول اور گندی پگڑی عبدالحمید صاحب کو نہ پہناتے تو اچھا ہوتا۔علم کے یہ چھیل چھبیلے جن کو ابھی علم کی ابجد نہیں آئی ایک ایسے عالم کو ان کے وارثین کو ورغلا کر اپنے ''حظیرۃ قدس'' میں لے جا کر زبردستی اسلامی فکر کی ان کو ٹوپی پہنچانے کا کام کرنے لگے جو اگر زندہ ہوتا تو اس کی ایک دھاڑ سے ان کی پینٹیں گیلی ہو جاتیں۔

فکر کرنے کا حکم الہی ہے۔ تیفکرون تتفکرون کا بار بار تذکرہ ہے ۔یعقلون ۔تعقلون یبصرون تبصرون کا بھی ذکر ہے یشعرون تشعرون بھی ہے لیکن ان سب احکامات کو تعلمون یعلمون کے ساتھ پیوست کر دیا گیا ہے۔''انما یخشی الله من عباده العلماء''، اور "العلماء

ورثة العلماء" یہ علم وفن کے رنگیلوں کا کام ہے کہ انھوں نے ایک ایسی بوٹی نکالی ہے جس کو سنگھا کر لوگوں کا قد ناپتے ہیں جب کہ ناپنے والا خود بونا ہے اور چہل باز لوگ اسے ۵۲ گز کا بتاتے ہیں۔

ان رنگیلوں نے فکر و مفکر کو ایسی دلہن بنالیا ہے کہ وہ صرف ان کے ادھین رہے۔ اور وہ اس کا گھونگھٹ اپنے اصطبلوں میں اٹھاتے دیکھتے رہیں اور اسے دیکھ کر خوش ہوتے رہیں چاہے ۔باہر اس کی پوچھ ہو یا نہ ہو، کسی کو اس کی خبر ہو یا نہ ہو۔ یہ مساکین فکر اسلامی کے نام پر نیلا تھوتھا بیچتے ہیں اور اپنے عدم شعور کے زخموں پر رگڑتے ہیں تاکہ شفا مل جائے۔ اس سے انھیں شفا تو ملتی نہیں البتہ بے شعوری کا زخم ہرا ہوتا رہتا ہے۔

فکر اسلامی! اس مسکین لفظ کو یاروں نے ایسا ننگا کیا ہے کہ اس کی پہچان ہی کھوگئی۔ بس اس کی تعریف اتنی ہے وہ استشراق بن سکتی ہے الحاد بھی بن سکتی ہے انکار حدیث بھی بن سکتی ہے۔ اہانت صحابہ بھی بن سکتی ہے تعقل پرستی بھی بن سکتی ہے خارجیت، رافضیت، اعتزال، شعوبیت سب بن سکتی ہے۔ اب اس پر جمہوریت وسیکولرزم کا کور چڑھ گیا ہے۔ اور جب تحریکیت کی خارجیت باولا ہوتی ہے تو سب جاہلیت بھی قرار پاتے ہیں۔ فکر اسلامی کے نام پر قریبا سو سال کا مسلم لٹریچر انھیں بھول بھلیوں میں گھوم رہا ہے اور تکفیر خارجیت قتل خوں ریزی کا بازار بھی گرم کیا ہے۔ اباحیت کا بازار اتنا گرم ہے کہ ہر لولا لنگڑا اندھا بہرا بے عقل الٹھر اکھڑ مفکر اسلام بن جاتا ہے۔ دور نہ جائیں صرف تحریکی مفکروں کو دیکھ لیں۔ راشد شاذ مفکر اسلام، اسرار عالم مفکر اسلام، وحید الدین خان مفکر اسلام، ظفر الاسلام مفکر اسلام، غامدی مفکر اسلام، اسرار احمد مفکر اسلام، مودودی مفکر اسلام، غزالی مفکر اسلام، قرضاوی مفکر اسلام، طہ جابر علوانی مفکر اسلام، مصطفیٰ شکری مفکر اسلام سلمان ندوی حسینی مفکر اسلام جو سڑی ہوئی اوجھڑی کی طرح پھٹتے ہیں اور ہر طرف بدبو پھیلاتے ہیں گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتے ہیں اور بھانت بھانت کی بولی بولتے ہیں۔ اور خود آقائے سمینار مفکر اسلام جنھوں نے ساری زندگی سرقے چربے پر کاٹ دی اور چند سکوں کی خاطر تگڑم بازی کرتے رہے۔

ان مفکرین کی عصری تعبیرات کو جوڑیں تو کفر و اسلام برابر قتل وخوں ریزی اور جہاد برابر شریعت اور عقلیت برابر، دین اور بے دینی برابر، حدیث اور اقوال رجال برابر، صحابہ اور عام لوگ

برابر۔نصوص قرآنیہ اور اقیسہ برابر، جمہوریت اور شورائیت برابر، مادیت اور روحانیت برابر، صدق وکذب برابر، تضادات اور اساسیات برابر، تقسیر اور آراء مجہولہ ضالہ خبیثہ برابر،علوم اسلامیہ اورعصری بکواسات برابر۔تصوف اور تزکیہ برابرتقلید اور حجت وبرہان برابر، وحدت الوجوداورالوہیت وربوبیت برابردنیاوآخرت برابر، مال اوردین برابر۔

لعنت ہوایسی فکراسلامی پراورایسے مفکرین پرجن سےصرف کفریات اکاذیب فساد قتل خون ریزی اور ضلالت ملت کے ہاتھ لگی ۔ پتہ نہیں اصطبل میں رہنے والے خوش فہمی کے شکار ہیں یا جوں نکالنے کے کام میں مشغول رہتے ہیں کہ حقائق کی انھیں یافت نہیں ہوتی نہ اس کی کوشش کرتے ہیں۔

اصل مسئلہ یہ ہے عالم کون؟مفکرکون؟جس طرح مفکراورمفکراسلامی کےمنادوں کا مشغلہ ہے۔اس کاعلم سے تعلق نہیں وہم اور جہل سے تعلق ہے۔اصول اورمنہج سے یہ طے ہوتا ہے کہ عالم وہ ہوتا ہے جونصوص دین کے بغیرایک قدم نہیں اٹھاتا اورمفکر کے لئے نص کی ہلدی کی ایک گانٹھ چاہیے پنساری کی دکان کھولنے کے لئے۔

عبدالحمید رحمانی مفکرنہیں تھے وہ عالم تھے۔رکھواپنا مجہول النسب اسلامی مفکرکا ٹائیٹل سچا عالم منہج نبوی کا پابند ہوتا ہے دین کوسمجھنے اوراس پرعمل کرنے میں۔چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مسئلے میں عمل میں یکساں حجت وبرہان کی ضرورت ہوتی ہے۔دین کی تعمیل، دین کی تفہیم، دین کے تحفظ دین کی تشریح وتعبیر میں وہ خودکوآزادنہیں سمجھتا ہر شے میں اصولوں کا پابند ہوتا ہے۔وہ دین کوتحریف الغالین،انتحال المبطلین اورتاویل الجاہلین سے بچاتا ہے۔شذوذ تشدد انتہاپسندی اورارہاب سے دوررہتا ہے۔توقیفیات،تعبدیات میں تعقل پسندی کوحرام جانتا ہے۔ اسلام کے منہج کے مطابق تشریح کرنا ضروری سمجھتا ہے،تقلید کااس پرقدغن نہیں لگاتا، نہ تصوف کا اس پرجعلی خول چڑھاتا ہے۔وقت کے ساتھ بہ کرحالات میں ڈھل کرکفرواباحیت کو جائزیا کمال نہیں گردانتا۔حق وباطل کے درمیان امتیاز کی لکیر مٹنے نہیں دیتاوہ موقف کی زندگی گذارتا ہے۔ اور ہرچمکتی چیز کے پیچھے نہیں بھاگتا جماعت اور جمعیۃ کے درمیان گڈمڈ کا شکارنہیں ہوتا۔اسلام کے اجتماعی حساس مسئلے کی اہمیت اس کے سامنے ہوتی ہے۔وہ کبھی عصبیت گروہی کا شکارنہیں ہوتا۔نہ اسلامی حکومت کے نام پرخارجیت جیسی بدبودار، بدعت کوتسلیم کرتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی

عبادت سے ہٹا کر خلق الٰہی کے اندر کرسی شہرت دولت اور جتھے کا کاروبار نہیں کرتا ہے نہ لوگوں کو دنیا دار قاتل ٹھگ فتوی باز، اکا ذیب کا دیوانہ بناتا ہے اور بدقسمتی سے یہ سارے کام غیر منہجی مفکر اسلام افراد تحریکات اور رجال کے ترجیحی بلکہ فریضے کا کام بن گئے ہیں۔

اسلام میں فقہ تفقہ اور فقیہ کا تصور ہے جو عصری تقاضوں کو بھی سمجھتا ہے اور دین کو بھی یعنی وہ فقہ الدین اور فقہ الواقع کا جامع ہوتا ہے عصری تقاضوں کے نام پر جھکتا بکتا گرتا نہیں ہے نہ دینی تعلیمات سے اور دینی نصوص سے فرار حاصل کرنے کے لولے لنگڑے فلسفوں اور افکار باطلہ میں پناہ لیتا ہے۔ نہ دوسروں کے جگالی کے ٹکڑوں کی اسلامی تعلیمات کے ساتھ پیوندکاری کرتا ہے۔

عبدالحمید کو یہ تکڑم باز کیا جانیں فکر کی ایسی جگالیوں کو ہمیشہ وہ اپنے جوتے کی نوک پر رکھتا تھا۔ اور دین کے نام پر سیاست کی روٹی سینکنے والوں کو درخور اعتنا نہیں رکھتا تھا۔ وہ منافقانہ میٹھے لبوں کو بھی سمجھتا تھا اور جنگل بندی کا قائل نہیں تھا وہ دھوکے بازوں، چرب زبانوں اور مکاروں کو چٹکیوں میں اڑاتا تھا۔

● اور رہی لہجے کی بات۔ تو بتایا جائے اس سنوات خداعات میں جھوٹے سچے بنے گھومتے ہیں، اور سچے جھوٹے بنا دیئے گئے، امانت دار خائن قرار پا چکے ہیں اور خائن امانت دار بن گئے ہیں اور خائن گھٹیا گرے پڑے نیتائی کرتے پھرتے ہیں۔ سیاست کے نیتا تو ہر خطاب کے مستحق ہیں۔ اراذل واسافل علم دین، دعوت وتربیت کے ہر فیلڈ میں نیتا بنے گھومتے ہیں۔ بھروپئے تہذیب اور شائستگی کے ائمہ بننے کے دعوی دار ہیں۔ فلوس کے پیچھے دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ، دینی اداروں کے سربراہ، اونچی ڈگریوں کے حامل سب چند سکوں کی خاطر لمحوں میں بازاری بن جاتے ہیں۔ لوگ جانتے ہیں سب کو پتہ ہے۔ آئے دن اسی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس حمام میں سارے کے سارے ننگے ہو چکے ہیں کسی کی کوئی تمیز نہیں الا ماشاء اللہ ومن رحم اللہ۔

روز کے اعمال تصرفات خیالات ارادے نیتیں گٹر کے فلتھ کے برابر اور جب قلم وقرطاس کا سہارا ہو یا اسپیکر ہاتھ میں آئے تو تہذیب کا لکچر اور درس۔ اس دوہرے معیار سے الفاظ کی حرمت کلام کا تقدس قلمکار کی ثقاہت، شخصیت کا وقار سب پامال ہو گئے ہیں اور لٹریچر کو ڈمپ سائٹ پر پہنچا دیا گیا ہے۔ والعیاذ باللہ

نقد کی بات بھی عجیب فریب کن ہے۔ نقد کا تعلق جب حق وباطل سے ہو تو وہ مداحی نہیں

ہوتا وہ احقاق حق ہوتا ہے امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے اس کا تعلق جڑتا ہے تمیز خیر وشر اور فرقان سے اس کا تعلق جڑتا ہے۔فریضے میں داخل ہوتا ہے اور یہ بھی سب کومعلوم ہے اس کے تین درجات ہیں قلبی لسانی عملی، باطل کے ساتھ صرف زبانی تعامل نہیں ہوتا۔اوالاقرار حق اور انکار باطل ہوتا ہے ارشاد نبوی ہے۔

"ألا لا يـمـنـعـن رجلا هيبة الـنـاس، ان يـقـول بـحـق اذا عـلـمـه (احـمـد۳/۵،۷،۱۹،) تـرمذی، فتن، ابن ماجه، فتن باب الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر

دوم:تعلیم حق تردید باطل سوم: باطل اور اہل باطل بہت آگے نکل جائیں تو ان کی دھنائی بھی اسلامی قاعدوں کے مطابق من مانی نہیں۔

نقد یا یوں کہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر میں مفقود علیہ کے ساتھ مختلف تعامل ہوتا ہے۔ کفار ومنافقین کے ساتھ تعامل میں حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (تحریم:۹)

یہ معلوم ہے کہ اسلام کا باطل کے ساتھ مختلف تعامل ہے۔ان کے ساتھ جہاد کا بھی کنسپٹ ہے۔ان کے ساتھ غلظت کا بھی حکم ہے، ہجر المبتدع بھی ہے ولاء وبراء کی تعلیم بھی ہے باطل اور اہل باطل سے قطع تعلق کا حکم بھی ہے۔

سنوات خداعات میں باطل کا غلبہ ہے اس کا حکم اور اس کے فیصلے چلتے ہیں لہٰذا غیر اسلامی ماحول اور غیر اسلامی حکومتوں میں لوگوں نے باطل اور اعداء اسلام کے ساتھ تعامل میں جمہوریت کو اڈاپٹ کرلیا ہے اور ہر مسلمان اور دین پسند کی یہی ذہنیت بن گئی ہے کہ جمہوریت میں اباحیت کو تسلیم کرلو بس اسی میں امن اور نجات ہے اس ہیجڑا نظام کو مان لو اور سب کو صحیح مان لو سب سے مل کر رہو اور کہو یا ذہن بنالو۔ چور صاحب آپ بھی صحیح ۔ڈاکو صاحب آپ صحیح ۔اللہ کو گالی دینے والے آپ بھی حق بجانب۔ یہ آپ کا حق ہے۔تہجد گزار صاحب آپ بھی صحیح۔

منافقت کا لہجہ، خندہ روئی شیریں زبانی یہ سب میٹھے زہر ہیں۔اس میٹھے زہر کو یاروں نے اسلوب بنالیا ہے اور مگن ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔احقاق حق وابطال باطل کے اصول ہیں۔اس کام میں بلا سبب کسی کی دل آزاری نہ ہو نہ حق تلفی ہو،لیکن جمہوریت کے مارے ہوئے استشراق کے

زہر کو پیئے ہوئے دینی غیرت کھوکر یہ قاعدہ بنائے ہوئے ہیں سب صحیح، سب کچھ صحیح۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات بھی ہیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی ہے۔ دونوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تعلیمات ہیں لیکن تساہل پسند جمہوری نظریئے کے مجروجین کی کھوپڑیوں میں یہ بات نہیں بیٹھتی۔

حق اور اہل حق کے مفادات دینی وجوب کے درجے میں ہیں ان کی پامالی نہیں ہوسکتی۔ اس باب میں اہل باطل اور باطل جس قدر اڑیل ہوں گے اسی طرح ان کے ساتھ لسانی قلمی وعملی تعامل ہوگا۔

یہ تو منافقت اور مداہنت ہے اور جمہوری نظریئے کی دین ہے کہ ہر ایک کو خوش رکھنے کی کوشش کی جائے اور یہ مان کر چلا جائے کہ ہر ایک کو غلاظتیں کرنے اور بکنے کا حق ہے اور سب کو جائز رکھا چاہیے۔ کوئی کتنا بھی بدچلن گمراہ ہو اس کو بھی خوش رکھو اور دوستانہ تعلق رکھو اور اگر نقد کرنا ہو تو گڑگڑا و کہ حضور آپ سے ایک عرض کرنی ہے ناراض نہ ہوں اور آپ کو جھوٹ کو پروموٹ کرنے کا حق ہے۔ بس میری بات سن لو۔ ایسے ناقد بے غیرت اور بے حمیت ہوتے ہیں اسلام کی تعلیم ہے حق اور اہل حق کے لئے حمیت اور غیرت مند بننا چاہیے۔

عبدالحمید رحمانی کا نقد ونظر کا تصور دینی تھا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ جڑا تھا۔ حق اور حق کے لئے حمیت تھی۔ لقمہ چھور بے غیرت جمہوری علمانی اقدار والے کیا جانیں نقد حمیدی کو۔ ان کے اندر شجاعت تھی صراحت تھی۔ قتیل مصلحت شیاطین اخرس آئے ہیں ہیجڑا نظام کے طریقہ نقد کو ان پر تھوپنے۔ حمیدی نقد منہجی نقد ہوتا تھا۔ خواہ شخصیات کا مسئلہ ہو یا تاریخ کا یا سیاسیات کا یا اسلامی تعلیمات کا یا مناہج کا۔ ہر شعبے میں ان کا ایک اپنا طریقہ تھا۔

☆ ڈپارٹمنٹ کے پیسوں سے الم غلم کتابیں چھاپ کر ڈپارٹمنٹ سے بیچنے والے امانت وشرافت بھکچھک ناصح مشفق بن رہے ہیں۔ واہ رے سنوات خداعات۔ ایک ثقہ معتبر اور عظیم عالم پر نوآموز اپنے آموزنو کا تجربہ کرنے چلے ہیں، اپنے فکری تھیٹر میں اس کی ثقاہت کو نوچ کھانے کے لئے اصطبل میں سارے گرگ سال خوردہ بھی اکٹھا ہو گئے۔ واہ صاحب واہ

● زبان پر اعتراض۔ واہ صاحب واہ۔ یہ بتایا جائے۔ زبان کے گرتے معیار اور پھیلتے ہوئے جہل میں کس کی زبان عوام کے لئے قابل فہم ہے۔ کیا آقائے سیمینار اپنی زبان کے متعلق

دعوی کرسکتے ہیں کہ اردو سے تعلق رکھنے والی پبلک اسے سمجھ سکتی ہے۔

زبان انسان کی اپنی نجی پراپرٹی ہوتی ہے قلم کار فطری تحریر لکھے، تصنع نہ ہو۔ تب بھی اپنی زندگی کے لسانی تجربوں کا نچوڑ بنی زبان کو عوام کی سطح پر نہیں لاسکے گا۔ کوئی فارمولا نہیں۔ کوئی لسانی ورک شاپ ہی شاید عوامی زبان کا فارمولہ لاسکے۔

قلم کار کی ایک ہیبٹ بن جاتی ہے لکھنے کی اس میں تصرف کا مجال کم ہوتا ہے پبلک ہر شے سے عاری اور کٹی ہے تو کیا عالم جاہل بن جائے؟ ہر شخص وہی کرپاتا ہے جس کا وہ اکسپرٹ ہو، زبان بھی اسی قانون کے تحت آتی ہے۔ ایک صاحب علم اپنے خیالات کے ابلاغ کے لئے وہ زبان استعمال کرتا ہے جو اس کے اندر رچ بس جاتی ہے۔ اس کو اس کی عادت سے نکلنے کا مشورہ ایک ناتجربہ کاری اور الڑھ پن کے سوا کچھ نہیں ہے۔

شوبز کے دکھاوٹی قلم کاروں کی ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو منتخب روزگار سمجھتے ہیں جب کہ وہ محض بدھو ہوتے ہیں۔ زندگی کا کوئی فن انھیں آتا نہیں اس لئے سرقہ چربہ کے ذریعہ شغل قلم کرتے ہیں اور بزعم خویش حکمراں بنے گھومتے ہیں جبکہ فی الواقع ان کا کوئی بھی قلمی علمی تحرک بے وقعت ہوتا ہے۔ یہ گمشدہ لاشیں ہیں کونوں میں بیٹھے تحکم کا روگ پال لیتے ہیں۔ خوابوں میں جیتے ہیں اور تکڑم بازی کرتے ہیں۔

آقائے سیمینار نے اپنی موامرتی ذہنیت سے غریب مدرسوں کو اب تک قریبا پانچ لاکھ کا چونا لگایا ہے اور خوشی سے جھوم رہے ہوں گے کہ ان کی ہر چال کامیاب ہے۔ دوسرخروئی مل چکی ہے اور نشانے دیگر مدرسے بھی ہیں۔ ''فاقد الشئی لایعطی شیئا'' کی کہانی ہے اور طنطنہ علمی خان صاحبی کا ہے۔ انسان کو اللہ نے سب دیا ہے لمبی تنخواہ ہے پروفیسری ہے۔ دوکوڑی کی۔ لیکن چھچھور پن کی عادت بہت بری ہوتی ہے۔ ایسا آدمی پھر بھی دوسروں کی جیبوں پر نظر رکھتا ہے۔ والعیاذ باللہ

شرم آنی چاہیے ایسی موامرتی حرکتوں سے اور ان مولویوں کو عقل کے ناخن لینا چاہیے جو کسی اصطبل کے پالتو بن جاتے ہیں۔

● مولانا عبدالحمید کیا تھے؟ اس کی آن بان اور تاب وتواں کی گرمی سے ہی ایسے دو ٹکے کے لوگ پگھل جاتے تھے۔ تھا اس کے ٹکر کا کوئی اس کے دور میں؟ وہیں دلی میں ساری پرانی مسلم تنظیمیں جو مل کر نہ کرسکیں اس عظیم انسان نے اکیلا کر دکھایا اور لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ حکیم

عبدالحمید سے زیادہ اس کے امکانات تھے اگر اس کو رجال کار ملتے تو ہمدرد یونیورسٹی سے بڑی یونیورسٹی کھول سکتا تھا۔ سیاست میں گیا تو اٹل بہاری اسے راجیہ سبھا کی ممبری دینے لگے۔ ایمرجنسی میں لیڈروں کے ساتھ اس کے بھی نعرے لگتے تھے۔شاہوں کا سامنا کیا تو اس کی طلاقت کے سامنے مبہوت رہ گئے۔علماء کی مجلس میں بیٹھا چھا گیا۔تقریر کی تو ایک مخلوق دیوانہ ہوگئی۔حالات حاضرہ پر تجزیہ کیا لوگ دنگ رہ گئے۔ چندہ کرنے نکلا طلب وتوقع سے زیادہ لوگ دینے لگے عربی میں لکھا تقریر کی عربوں نے اس کی لیاقت تسلیم کی ویلفیئر کا کام کیا مساجد تعمیر کیں، مدرسوں کا جال بچھا دیا۔

مولانا عبدالحمید رحمانی کی عالم اسلام میں معاصر اسلامی تاریخ، رجال وشخصیات افکار ونظریات، تحریکات وتنظیمات پر جتنی گہری اور عالمانہ وناقدانہ نظر تھی اور جس قدر ان کے متعلق ان کی گہری معلومات تھیں اور جس قدر ان کے عالم اسلام کی شخصیات سے تعلقات تھے۔ان کے معاصرین میں کوئی بھی ان امور مین ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ان سے ملنے اور ان کی گفتگو سننے سے اندازہ ہوتا تھا۔انھوں نے ان امور کے متعلق تفصیلی تحریریں نہیں چھوڑی ہیں۔علماء حجاز ونجد سے متعلق ایک جامع تحریر ہے۔جن مولویوں کو عالمی علمی شخصیات کے ناموں کی ہجے نہیں آتی ہے۔وہ اپنے بلوں میں بیٹھ کر علماء پر غراتے ہیں۔اور ٹھنڈے دانش ور بننے کی کوشش کرتے ہیں۔اور ان کی درجہ بندی اپنے معیار کم عیار سے کرنے چلے ہیں۔شغف علم بہت پاکیزہ شے ہے اس کے گرد سطحیت ،موامرت اور چھچھورپن کی بھد نہیں پٹوانی چاہیے۔

یہ چھٹ بھئے اور بونے اس کی درجہ بندی کرنے چلے ہیں اور وہ جن کی سوچ اور پہنچ دامن وجیب سے زیادہ نہیں۔وہ فرد جو امریکہ، یورپ افریقہ ایشیا ہر جگہ دورے کئے اور دعوت وتبلیغ کی۔ اب لوگ اصطبلوں میں اسے لا کر اس کا قد ناپیں گے جدید فکر اسلامی کے ہزاروں حاملین پر وہ تنہا بھاری ہے۔اور عبدالحمید ایک شخصیت کا نام نہیں ہے وہ ہمہ جہت شخصیت کا نام ہے۔شاید کل تحریکی مل کر ایک عبدالحمید نہیں بن سکتے۔اس کے اداروں سے اب تک ہزاروں علماء تیار ہوئے اور اعلیٰ ڈگریوں کے حامل بنے اور یہاں اصطبل میں بیٹھ کر نکمے گرد اڑاتے ہیں اس عظیم عصر پر۔

ایسے لوگوں کے لئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ایک قول بہت فٹ بیٹھا ہے۔

ان أخـوف مـا أخـاف عـلى هذه الأمة المنافق العليم قيل وكيف يكون

المنافق العليم؟ قال، عالم اللسان جاهل القلب والعمل (صحيحة حديث رقم ١٥١٣)

میں یونیورسٹی کے ذمہ داروں سے بڑے ادب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یونیورسٹی کے ''مولویوں'' کو یونیورسٹی سے باہر'' آوٹ سورسنز'' کی تلاش کی عام اجازت ہے کہ'' مال غنیمت'' تلاش کرتے پھریں اور وہ بھی غریب مدرسوں میں۔ کیا ایسے سیمینار کی انھیں اجازت ہے جس میں دوسروں کا پیسہ لگے اور مال غنیمت مل بانٹ کر کھانے کا چکر ہو۔ اور یونیورسٹی اسے اون نہ کرے۔ اسے مجہول کے کھاتے میں ڈالا جائے۔ اور کسی اتھارٹی کے سامنے جوابدہی نہ ہو۔ اگر اس سلسلے میں یونیورسٹی کا کوئی قاعدہ قانون ہے پوچھ گچھ ہے تو اس کو لاگو کیا جائے اور ایسی من مانی حرکت کرنے والوں کی باز پرس ہو۔

مدارس کے مولویوں سے کہنا چاہوں گا۔ سورہ الفرقان کی یہ آیت ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ ''**والذين اذا ذكروا بآيات ربهم لا يخروا عليها صما وعميانا**'' سنوات خداعات میں ڈھونگ اس قدر رہوتا ہے اور ایسا سجا بنا کر اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

☆☆☆

بے تاب روح (۲)

ملاشور بازار کی بے تاب روح ہر بلندی کے لئے تڑپتی، اور ہر جاہ کے لئے ترستی اور زر زمین کے لے سہرتی رہتی تھی۔ ان مادی فوائد کے حصول کے لئے وہ کتنا آگے جاسکتے تھے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ رات دن اسی ادھیڑ بن میں رہتے تھے کہ کیسے اپنے مادی فائدوں کو حاصل کریں ۔ صاحب ثروت ، صاحب منصب اور صاحب اثر ورسوخ بن جائیں ۔ ملاشور بازار کو جو مادی ومعنوی ذرائع حاصل تھے ان کو انھوں نے بھر پور طور پر اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا تھا وہ اپنے سارے مادی ومعنوی ذرائع کو مالدار بننے ومشہور ہونے کے لئے ڈیولوپ بھی کرتے رہتے تھے۔ اوراپنی عظمت اور سیادت کا جھنڈا اونچا رکھنے کے لئے دوسری عظمتوں سے ٹکراتے بھی رہتے تھے۔ وہ وقفے وقفے سے اپنے وسائل کا جائزہ بھی لیتے رہتے تھے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں اور کتنا کامیاب ہیں۔اس جائزے کے بعد وہ اپنا منصوبہ بناتے تھے۔

ان کا ایک نیا منصوبہ بنا کہ سیاست کی گلیاروں میں اترا جائے پھر جو اترے تو کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ان کا اصول تھا ہر کرسی والا ان کا دوست اور اپوزیشن والا ان کا اوپونٹ ۔ان کا یہ نظریہ کسب زر وحرارت کرسی سے نزدیکی ان کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ان کے لہجے میں گرمی بھی آئی اور لجاجت بھی اور ان کی شیروانی کی پھر پھڑاہٹ بھی بڑھی۔ثقاہت اور شرافت کی کوئی بات نہیں۔ اب تو پیسے سے انھیں خریدا جاتا ہے اور خریداری بھی نہ ہو، پھر بھی لوگ کرسی والے اور پیسے والے کو بڑا تو مانتے ہی ہیں۔ ملاشور بازار کے اس نظریہ مالیہ ضروریہ سے خود کا رعظمت اور شرافت کے ثمرات مل رہے تھے۔ یوپی میں ملاشور بازار کی ترکتازیاں بڑھیں۔ زنانہ مردانہ دونوں قیادت اعلیٰ سے کسب تعلق اور کسب زر کیا اور اپنے سلوک مال میں کامیاب رہے۔ کمال مہارت سے انھوں نے کرسی سے قربت بحال رکھی اور اس کی حرارت بھی کمال مہارت سے اخذ کی ۔ جب بھی کرسی دوسرے کو ملی تو اس سے نسبت ''سلوک مال'' قائم کرنے میں انھیں ذرا بھی دقت پیش نہیں آئی ۔لوگ حیرت کرتے تھے کہ اس شیروانی اور ٹوپی کے اندر کلا بازی کی کتنی مہارت ہے کہ رقابت وعداوت کے رموز سے آگاہ ہر ایک سے وہ اپنی نسبت ''سلوک مال'' جوڑ لیتا ہے۔ دراصل ملاشور بازار نے یہ طے کرر کھا تھا کہ آج کے دور مادیت میں سچائی، موقف

اور وفاداری فضول چیزیں ہیں۔انسان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔مادی دور میں مادی ترقی اصل ہے۔اس پر نظر رہنی چاہیے۔اور اس کے لئے سارے چھل بل اور کل استعمال کرنا چاہیے۔ اسی فیصلے کے مطابق ملاشور بازار کی شور بازاری جاری تھی اور ہے۔ملا اپنے اس نظریئے، فلسفے اور فیصلوں میں کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔نہ ہی انھیں برتنے میں کسی کا تدخل پسند کرتے تھے تاکہ اس تجارت علم دین اور اخلاق کی منفعت صرف انھیں کو ملے اور ملتی رہے۔ان کو اس میں کسی کی دخل اندازی بالکل پسند نہ تھی وہ ساری دنیا کو بتا دینا چاہتے تھے کہ ان سے بڑا کوئی نہیں۔ان سے زیادہ قابل کوئی نہیں۔ان سے زیادہ تیز کوئی نہیں۔انھیں قطعا اس کی پروا نہیں تھی کہ فرشتوں کے نامہ اعمال میں کیا ریکارڈ ہو رہا ہے اور دنیا وآخرت میں ان کا کرم ڈ ند کیا ہوسکتا ہے۔

''جوینده یابنده'' فارسی کا مشہور مقولہ ہے۔ملاشور بازار خوش تھے کہ ان کی سیاسی بادیہ پیمائی کامیاب ہے اور سیاست کی منزل مل گئی ہے۔اور آقائے سیاست ان سے رضامند ہیں۔

ملاشور بازار چاہتے تھے کہ ہندوستان کے سارے ادارے اور سارے مسلک والے انھیں بڑا مان لیں۔اس کی خاطر انھوں نے اپنی مادر درسگا لکھنؤ میں جڑ جمایا۔نسبت بھڑکایا۔شیروانی کو پھڑ پھڑایا اور رقیبوں کے منصوبوں کو پھڑکایا۔ بھاگے دوڑے اچھلے کودے۔ چیخے چلائے روئے گائے روٹھے منائے۔ درگاہوں ، امام باڑوں ،مٹھوں تحریکی آشیانوں کی زیارت کی۔ رکوع سجدے میں گئے۔غرائے۔عواطف وجذبات کے چشمے بہائے۔محبتوں اذواق اور مواجید کے مرغزار سجائے لیکن کچھ نہ ملا۔تحریکیت اور رافضیت کو خوش کرنے کے لئے صوفیوں سلفیوں پر گرجے برسے،صحابہ تک کو متہم بنایا لیکن شاید لوگوں کو ان کی آوارہ فکریوں ،ڈھونگ اور کلابازیوں سے انسیت نہ بن سکی؛ بلکہ ان کی بڑھتی دھدھکتی خواہش علو واستبکار سے مادر درس گاہ بھی بہت گرم ہوگئی آگ لگنے کا خطرہ تھا اس لئے ان کے پھیلائے تار عنکبوت بکھر گئے اور چالیس سال کا بنا نشیمن تاراج ہوگیا۔

ملاشور بازار کٹی پتنگ بن گئے لیکن انھوں نے اپنے طنطنے کو اور بڑھایا ان کا تجربہ تھا کہ کسی بھی کٹھن حالت میں ان کے طنطنے نے ان کے کاروان کو دلدل میں پھنسنے نہیں دیا آگے بڑھتے گئے۔انھیں ڈھنگ آتا تھا ہر ایک حالت سے نمٹنے کا۔اور ان کو اب بھی آس تھی کہ ان کی طلاقت سیادت ڈھٹائی انھیں گرنے نہ دے گی انھیں یہ بھی امید تھی کہ سارے ''شری شری'' رافضیت کے

ایران میں ہندومت کے انڈیا میں حصانت کے شری شری حکومت میں، علمانیت کے شری شری ترکی میں تحریکیت کے ''شری شری'' سارے جہاں میں ان کی پگ کو زمین بوس نہیں ہونے دیں گےاوران کی شیروانی کی پھر پھڑاہٹ کوٹھہرنے نہیں دیں گے۔

ملاشور بازار نے بہت بڑے بڑے معرکے سر کئے تھے انھیں کسک تھی کہ بابری مسجد نہیں بچ سکے، مسلم پرنسل بورڈ پر قابض نہیں ہوسکے۔ گجراتی اسٹوگ کو استعمال کرنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔مشرقی یوپی مافیا سیاست کا پیر بننے کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔

ملاشور بازار کٹی پتنگ بن گئے تھے۔ مادر درسگاہ سے جلاوطن ہونے کے بعد لوگ یہی کہتے تھےلیکن ملاشور بازار پرلوگوں کے ایسا کہنے سننے کا کوئی اثرنہیں پڑتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ان کا شہرآرزوآباد ہے ادارے ہیں بلڈنگیں ہیں چندے ہیں لانجھکڑوں اوراندھے بھکتوں کا جتھا ان کے ساتھ ہے ندوۃ التباب کالشکر ہے جوان کے لئے دشمنون رقیبوں کوگالی دینے میں یکہ تاز ہے انھیں کس شئے کاغم۔

ملاشور بازار بوڑھے ہوگئے تھےلیکن ان کے اوپر بوڑھاپے کا کوئی اثر نہ تھا انھوں نے دنیا کے اتنے حلویات مقویات اورمرغنیات کھائے تھے کہ ہڈیاں مضبوط،اعصاب توانا، بینائی تیز اور ذہن شارپ تھا۔حوصلوں ولولوں کی کمی بھی نہ تھی پھر کاہے کو بوڑھاپا۔اورغم کیسا بوڑھاپے کا۔

ملاشور بازار نے بدلتے حالت کے تحت یہ طے کیا کہ اب سوشل میڈیا کا کثرت سے استعمال کریں گے۔ پبلک کولبھانے ،نمائش بینوں کی تعداد بڑھانے کے لئے انھوں نے یہ طے کیا کہ اپنا اکسپوزر، گیٹ اپ پرکشش بنائیں گےاورصبح وشام اس اسٹیج پررواں دواں رہیں گےاور کبھی غالب کے شعرکے مصدق نہیں بنیں گے۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سووہ بھی خموش ہے

نہ وہ غالب کے اس شعرکے مصداق بنناچاہیں گے۔

ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

اورانھوں نے دوسرافیصلہ یہ کیا کہ وہ ملکوں ملکوں گھومیں گےاوراٹھلائیں گے۔

ملا شور بازار نے ماضی کے منصوبوں اور حصول یابیون کا ایک فیز پورا کرلیا تھا۔ اور دوسرا Phase شروع کر چکے تھے۔ وہ اس میں نئے انکارنیشن کے ساتھ داخل ہو گئے تھے اس نئے فیز کے یہی دو فیصلے تھے۔ اس میں داخلہ انھوں نے آسان بنالیا تھا۔

سوشل میڈیا میں انھوں نے خصوصا پگ کا استعمال زیادہ مناسب سمجھا۔ سوچا اس سے سارے حلقے ان کے لئے جذبہ احترام قائم رکھیں گے۔ سرما گاڑھا لگائیں گے تا کہ صنف اناث کے لئے کشش میں اضافہ ہو۔ کاسمیٹک کا بھرپور یوز ہوگا تا کہ چہرہ نکھرا نکھرا سا رہے۔ صبح بنارس کا سورج بن کر نکلیں اور شام کے وقت شام اودھ بن جائیں، تا کہ لوگوں کے دلوں میں اس جلوے سے تھرتھری مچ جائے۔ میڈیا میں جلوے ہی تو سب کچھ ہیں حاصل میڈیا جلوہ ہے۔ جس کے جلوے قلب آشکار، ذہن فروز، جذبات انگیز۔ اس کا راج۔ ملا شور بازار کی حقیقت آشنا ذہن اور دور اندیش فکر نے سرخروئی ہی سرخروئی بٹوری تھی۔ سوشل میڈیا پر بھی وہ دھوم مچا دینا چاہتے تھے اور سارا ٹی پی آر اا پنے حق میں رزرو کرنے کا ٹھان چکے تھے۔

یہ تو جلوے کے دھاک تھی جس کے لئے ان کی تیاریاں تھیں۔ ان کے پاس علمی دھاک تھی۔ بکنے کی دھاک تھی۔ شخصیت کی دھاک تھی اور لوگوں کو اپنے سیشے میں اتارنے کا فن بھی تھا۔ سب سے بڑا ان کا کامل فن تو یہی تھا ان کو بھی استعمال کرنے کا بہترین وقت تھا۔

ان کا عزم تھا کہ میڈیا کی کرسی پر تمکن فرمائیں گے تو اس طرح گویا ساری دنیا کے فرمان دہ وہی ہیں۔ اس فرمانروائی میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ انھوں نے اس کا طریقہ یہ ایجاد کیا تھا کہ نت نئے جاری دنیاوی مسائل میں اپنے فیصلہ سنائیں گے۔ لوگوں کو برا بھلا کہیں گے۔ ڈانٹ لگائیں گے گالی دیں گے لوگوں کو بھرمائیں گے بھڑکائیں گے۔ تفردات شاذات کی تلاوت فرمائیں گے۔ خود مطلوب سیفٹی کوچ میں رہیں گے اور دوسروں کے لئے بے امان بن جائیں گے۔ منصوبے کے مطابق ملا شور بازار نے اپنا مشن جاری کردیا اور حکمرانی کا نشہ پورا ہونے لگا۔ ان کے وہمی دغدغے دھڑ پکڑ میڈیا میں جاری ہوگئی۔ لوگ ان کے میڈیائی ہیجان کو نسائی عصبی ہیجان مانتے تھے جو عورتوں پر مہینے میں ایک بار طاری ہوتا ہے لیکن ملا شور بازار اسے انقلابی ولولہ اور دبدبہ جانتے تھے اور اس پر مصر رہتے تھے۔ میڈیا پر ان کی یا وہ گوئی اور ہذیان اور روزمرہ تسلسل کے ساتھ شروع ہو گیا۔ ملا اکثر اپنے ہیجان میں اتنا آگے نکل جاتے تھے کہ

پاجامے کا ناڑا کھولنے اور پہلوانی لنگوٹ دکھلانے لگ جاتے تھے۔

ملا کی پہلوانی اور کسب مالی کا ایک مشہور مشغلہ ہے سعودی عرب کو گالی دینا پتہ نہیں ان کی کون سی رگ پھڑکتی تھی اور وہ شروع ہوجاتے اور داخل ہوجاتے جنونی حالت میں۔ دوست احباب سمجھاتے مناتے سفارش کرتے کہ وہ اپنے ہیجان کو کنٹرول کریں، لیکن وہ نہیں مانتے اور کہتے میں اسے جہاد اکبر سمجھتا ہوں اور جب نارمل ہوتے تو رونہاسے ہوجاتے اور کہتے میں کیا کروں جب میں تمکنت کی کرسی پر بیٹھتا ہوں تو مجھ پر سنیچر سوار ہوجاتا ہے میں بے بس ہوجاتا ہوں۔ لوگوں نے مشورہ دیا آپ اس سائیکک حالت میں کیسے جی پاتے ہیں۔ ملا نے گل کھلایا مجھے اس میں لطف آتا ہے اس وقت عظمت کا نشہ مجھے لذت دیتا ہے۔ ملا کے اس دہرے معیار کو لوگ پسند نہیں کرتے لیکن انھیں کب اس کی پرواتھی کہ کون کیا کہتا ہے۔

ملاشور بازار کسی کی اچھی بات مان لیں تب وہ ملاشور بازار کہاں۔ اور ہم بازی کو انھوں نے اپنی ہابی بنالی۔ ملاشور بازار کی اودھم بازی چلتی ہے اور بالکل ان کی پسند کے مطابق۔ انھیں دوسروں سے نمایاں ہونے کا بڑا شوق ہے ان کا حال ظاہر بتاتا ہے کہ ان کی موجودہ تڑک بھڑک صرف اس لئے ہے تاکہ ان کا تفرد قائم رہے۔ اس گمان سے بھرے ملاشور بازار بڑے اونچے سر اور آہنگ میں اپنے سارے بڑبولے پن کو میڈیا کے ذریعہ اپنے سامعین کے قلوب واذہان میں اتارتے ہیں۔ وہ سعودی عرب، گلف امریکہ پاکستان پر خصوصی بیان تبصرہ اور جائزہ پیش کرتے ہیں۔ نہیں انھیں بیان تبصرہ اور جائزہ کہنا ملا پر ظلم ہوگا وہ ہرے لہجہ سر بیان تبصرہ اور جائزہ بشکل فتوی پیش کرتے ہیں۔ ان کی لے فتوے سے زیادہ ہم آہنگ ہے وہ فتاوی کے تیر نشتر چلاتے ہیں۔ وہی ملائیت والے فتوے۔ ان کی بھرپور کوشش رہتی ہے کہ احساسات کو زخمی کریں جذبات وعواطف کو بھڑکائیں دلوں کر برمائیں، نفرت پھیلائیں اور تعصّبات کی بھٹی میں لوگوں کو جھوکیں۔ لوگوں کی جنت دوزخ ایمان کفر کا فیصلہ کریں۔ ان کے مریدان کے ان طوفانوں پر ان کے لفظی تیر ونشتر پر پکار اٹھتے ہیں کیا شان ہے ملا کی۔ واہ واہ۔ ملا یہی تو چاہتے ہیں۔ مدح سرای کی چسکی وہ جھوم جاتے ہیں اور رقص کرنے لگتے ہیں۔

ملاشور بازار جب فتوے کی زبان میں سیاست بیان کرتے ہیں، حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہیں تو ان کو اتنا جوش آجاتا ہے کہ چلاتے چلاتے آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں۔ ناچنے لگتی

ہیں، چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ رگیں پھولنے لگتی ہیں۔ نتھنوں پر بہار آجاتی ہے پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے۔ گلہ بیٹھنے لگتا ہے۔ اچھلنے کودنے کی دگرگوں حالت پیدا ہوجاتی ہے۔ پاؤں میں رقص کرنے کی کھجلی ہونے لگتی ہے۔ کمر اور کولہوں میں تھرک دوڑنے لگتا ہے۔ ان کے اوپر اوہام نشہ ارتیاب کی بارش ہونے لگتی ہے انھیں اگر ان کی پگڑی اور شیروانی کا بھرم نہ روکے تو گھنگھرو پیر میں باندھیں اور اتنا رقص کریں کہ خود کو بھول جائیں۔ ایسی حالت میں ملا ایک دوسرا رخ اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ اپنی اونچائی اور دوسروں کی بڑائی کا موازنہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان کے تصور میں مقابلہ اور موازنہ آباد ہوجاتا ہے۔

ملا شور بازار کو اگر احساس ہوتا کوئی اور ان کے رتبے کا میدان میں آرہا ہے تو ان کی حدت وگرمی اور بڑھ جاتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے تیر ونشتر کو میزائل بنادیں اور اپنے سارے مخالفین کو تباہ کر ڈالیں۔

ملا کبھی اپنے ہیجانی لہجے میں فکر وتدبر کا آمیزہ بھی ملاتے ہیں اس وقت ان کے مریدان کے اعتبار کو بڑھانے کی اور کیش کرانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ جب ملا شور بازار تھے گھپلا باز، گھپلا بازی کہاں چھوٹ سکتی تھی ان کی گھپلا بازی میں مریدان باوفا اعتبار وقار پیدا کرتے ہیں جب کہ اس میں زہر بھرا ہوتا ہے کذب کی شیطانی چاشنی ہوتی ہے۔ نفاق کی کانا پھونسی کی سنسناہٹ اور سریت ہوتی ہے۔ ملا شور بازار نے جس طرح اپنی شکل سوچ اور لہجہ بنالیا تھا وہ انھیں بالکل ناگ پھنی بناڈالنا چاہتے تھے۔ ابھی سارے کانٹے نہیں اگے نہ مہلک زہر ان کے اندر پیدا ہوا تھا لیکن ملا شور بازار اس راہ پر بڑے عزم کے ساتھ چل رہے تھے۔ وہ اپنی ذات کی آخری زہرناکی سے مزین ہونے میں مہلت بھی لے رہے تھے، تاکہ زندگی کے آخری لمحے تک ان کی زہرناکی ان کے ساتھ وابستہ رہے۔ ملا کی زہرناکی دیکھ کر کسی نے ان کو ایسا کرنے کا مشورہ دیا تھا جوان کو بہت پسند آیا تھا اس نے تو انھیں یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنے لہجے زبان بیان اور ملائی فتوؤں میں ناگ پھنی اگائیں اور ان کے سائے میں سانپ بھی پالیں تاکہ لوگوں پر تسلط قائم کرنے کا ڈبل ہتھیار ان کے پاس مہیا رہیں۔

ملا شور بازار کا فساد زور اور جہل کا یہ کاروبار زوروں پر چل پڑا۔ لوگ اسے زور اور جہل سے منسوب کرتے لیکن وہ اسے کار جہاد فی سبیل اللہ کا نام دیتے تھے۔ دراصل ملا کا کاروبار کچھ اس قسم

کا تھا لیکن ملا شور بازار اسے ماننے کو تیار نہ تھے۔ ان کا کمال یہی تھا کہ زور زبردستی کے ذریعہ لوگوں پر چھا جائیں۔ کار جہاں دراز ہے۔ ملا شور بازار اسی درازی حیات میں الجھ کر رہ گئے تھے اور انھیں یہی سب پسند تھا۔

ملا شور بازار کا دوسرا فیصلہ تھا کہ ملکوں ملکوں شہروں شہروں گھومیں گے اور اپنی عظمت وشہرت کا پھریرا اڑائیں گے اپنی شہرت کی دکان لگائیں گے چمکائیں گے۔ انھوں نے نئے دور میں مٹھوں، درگاہوں، خانقاہوں، کربلاؤں، امام باڑوں، اور حسینیات کو خاص کر اپنا نشانہ طے کیا تھا۔ اس طرح ان کی زیارت گاہیں بے پناہ ہوگئی تھیں۔ اس سے شہرت بے پناہ اور عظمت بے پناہ کی انھیں خاطر خواہ امید تھی۔ اب کے انھوں نے طے کیا تھا کہ باتیں ان کی میڈیا سے اور کام فی سبیل اللہ جہاد ماڈل سے کریں گے لیکن تنہائی میں کام وہ کریں گے کہ سب کو خوش کریں اور اس کا انھیں بھر پور فائدہ ہوا۔ روافض اور صوفیاء نے انھیں پیر کا درجہ دیا ان کی حسینیت پر برگ وبار آ گئے انھیں دخول جنت کا ذریعہ باور کیا گیا۔ دست بوسی کی محفلیں سجنے لگیں۔ جبہ ودستار پر شباب آنے لگا۔ چہرے پر تمکنت سجنے لگی، ہاؤ بھاؤ ان سے چپک گئے، دست وبازو میں جھٹکے لگنے لگے۔ چال میں نخوت، تیور رعونت ان کے اندر کلبلانے لگی۔ اب انھیں اجمیر، مونگیر، پھلواری شریف، نظام الدین اور صوفیاء کبار کے دربار میں جانے کا لپکا لگ گیا۔ جیلانی ابن عربی، صدرالدین قونوی، خمینی کی بارگاہ میں حاضری دینے کا چسکا لگ گیا۔

ملا شور بازار متقلب شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے متنوع مفادات اور ڈھونگ کو عروج کی بڑی راہیں مل گئیں۔ وہ پھلتے پھولتے گئے سرخروئیاں ان کے قدم چومنے لگیں ملا شور بازار نے یہ طے کر لیا، عظمت اور شہرت کی راہ پر چلنا ہی اصل کامیابی ہے اور اس کامیابی کی راہ پر برابر چلتے رہنا چاہیے۔

ملا شور بازار تمکنت کی سیٹ پر بیٹھ کر مسرور ومغرور تھے کہ اب ان کا لنگوٹیا یار ملا آشوب چشم ان سے آگے نہیں نکل سکتا۔ دوسری طرف ملا آشوب چشم کے جلوے الگ تھے۔ ملا شور بازار کی بالکل برعکس ملا آشوب چشم نے کرسی پکڑ لی تھی اور تسکین احساس عظمت کے لئے اسے مریدوں سے پیش کروانا اور کھنچوانا شروع کر دیا تھا۔ آگے پیچھے دائیں بائیں مریدوں کا جمگھٹا دیکھ کر اسے بڑا سرور ملتا تھا۔ دونوں کے اسٹپنی دونوں کا موازنہ کرتے اور ہر ایک اپنے پیر کی عظمت کا جھنڈا

بلند کرتا اور یہ مان کر چلتا کہ ان کا پیر دمدار ہے دوسرے کا کمزور۔

ایک تیسرا گروپ ہوتا جو انھیں دیکھ کر اظہار افسوس کرتا کہ حق کی ہدایت ڈگریوں اور سندوں سے نہیں ملتی۔ نہ کسی کے کروفر میں ادنی دم ہے کہ ہدایت کی نسیم سحر کا ایک جھونکا ہی لا سکے۔ حیرت کرتے لوگ کہ ان دونوں ملاؤں کو کیا ہو گیا ہے کہ سعودی جامعات سے ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے باوجود بریلی کی درگاہ کے خدام سے بن گئے ہیں۔ یا شیخ چلی کا لگام ہیں۔ بھاجپا کے سوشل میڈیا سیل کا عکس اور چربہ ہیں۔ ان کو حیرت ہوتی کہ آخر یہ کس مٹی کے بنے ہیں ایک مکر کے آنسو گرا کر ملا آشوب چشم بن گیا ہے اور دوسرا چلا چلا کر جنگلی بھنیسا بن گیا ہے۔

لوگ بنتے بگڑتے رہتے ہیں لیکن عوام کو کیا ہو جاتا ہے کہ ایسے زور وکذب کے پھندے میں آجاتے ہیں اور اپنی راہ کھوٹی کر لیتے ہیں۔

یہ تیسرا گروپ وہابیوں کا تھا جس کو دونوں ملا مشترکہ طور پر مل کر گالی تھے گالی کو چورس بنا کر اکٹھا گاتے تھے۔ اس تیسرے گروہ سے ان دونوں کو اتنی ضد تھی کہ ڈر لگتا تھا کہیں ان کی ضد میں یہ بے لباسی کو نہ پسند فرمالیں۔ کیوں کہ وہابی کپڑا پہنتے ہیں لہٰذا یہ ننگ اور عریانیت کو ترجیح دیں گے۔ ملا شور بازار سے زیادہ وہابیوں سے ملا آشوب چشم کو کھوتھی کیوں کہ ملا آشوب چشم سراپا ڈھونگ تھے اور ڈھونگ کو حقیقت سے ازلی بیر ہے۔

دونوں اپنے کچھار میں جینے، ڈکاریں مارنے اور ڈینگیں ہانکنے کے قائل ہیں۔ انھیں یہی زندگی پسند تھی۔ ناحق لوگ انھیں بزرگ شیخ اور پیر سمجھتے تھے۔ دونوں ملا نے انھیں عناوین کو اپنے لئے پسند کرتے تھے انھوں نے مان لیا تھا عصر حاضر میں دین کسی کام کا نہیں۔ اصلا زر زمین اور شہرت ہی سب کچھ ہے۔